کبیر صاحب

مؤلفہ

پنڈت منوہر لال زُتشي

الہ آباد

ہندوستاني ایکاڈیمي، یو - پي

۱۹۳۰ ع

Published by
The Hindustani Academy, U. P.,
Allahabad.

First Edition.

Printed by Rashid Khan
at the Minerva Press,
Daryabad, Allahabad.

فہرست مضامین

مذہب

منظر، بجلی کی چمک، اور بادل کی گرج سے متاثر ہوکر انسان نے اجسام فلکی کو مثل اپنے جاندار اور اپنے سے قوی‌تر سمجھکر ان سے نفع حاصل کرنے اور اُن کے ضرر سے بچنے کے لئے اُن کی پرستش شروع کی ہو - ایک فرنگی حکیم کی رائے ہے کہ مذہب کی ابتدا خواب سے ہوئی - خواب کی حالت میں خواب دیکھنے والا اپنے مقام سے دور دور ہو آیا، جب جاگا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے خواب کا حال بیان کیا - اس کے ساتھیوں نے اُسے بتایا کہ اس کا جسم جہاں وہ سویا تھا وہیں موجود تھا - اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ جسم کے علاوہ کوئی اور چیز بھی ہے جو خواب کی حالت میں جسم سے باہر نکل کر جاتی ہے اور گھوم پھر کر جسم میں واپس آ جاتی ہے - اس چیز کا نام روح رکھا گیا - جب روح ہمیشہ کے واسطے جسم سے الگ ہو جائے اور پھر واپس نہ آئے تو اس حالت کا نام موت ہے - سوسائٹی کے نظام کی مناسبت سے روحوں میں بھی مدارج قائم کئے گئے - جس سردار یا بادشاہ سے اس کے تابعین خوف کھاتے ہیں، اس کی روح بھی ان کی روحوں سے زیادہ طاقتور ہوگی اور اس میں فائدہ اور نقصان پہونچانے کی قابلیت بھی زیادہ ہوگی - لہذا عوام کے لئے لازم ہے کہ اگر زندگی میں اُس سے خوف کھاتے تھے اور اس کی خدمت کرتے تھے تو مرنے کے بعد اس کی روح کو پوجیں - اس خیال سے رفتہ رفتہ ایک ایسی پُر ہیبت اور پُرشکوہ روح کا تصور پیدا ہوا ہوگا جو سارے عالم پر محیط ہے اور کل دنیا کا نظام جس کے قبضہ میں

ہے - اس قسم کے خیالات تو ان لوگوں کے ہیں جو مذہب کو بھی انسان کے دل و دماغ کا ایک کرشمہ خیال کرتے ہیں جس طرح سوسائٹی کے قواعد ترتیب دئے گئے، قانوں بنائے گئے، حکومت کے دستور قائم ہوئے - اسی طرح مختلف زمانوں میں، مختلف ملکوں میں، مختلف مذہب پیدا ہوئے - کہا گیا ہے کہ خدا نے انسان کو اپنی شبیہہ کے مطابق بنایا - ان حکیموں کا خیال ہے کہ انسان اپنے معبود کو اپنے خیال کے مطابق خلق کرتا ہے - جس گروہ کی تہذیب اور تحقیق جس درجہ پر ہوگی، جس طرح کے اس کے رسم و رواج ہوں گے، جن خوبیوں کی اس میں قدر و منزلت ہوگی، اسی قماش کا معبود اس کا دماغ خلق کرے گا -

دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ نہیں، مذہب ایک خدا داد شے ہے، انسان کے فہم اور دماغ سے بالاتر - خداوند ازل نے مختلف زمانوں میں مختلف قوموں میں اپنے پیمبر بھیجے - ان پیمبروں کو الہام کے ذریعہ سے رموز الٰہی کا علم بخشا گیا، اور انہوں نے اپنے پیام دنیا کو سنائے - مذہب کے حقائق فراست انسانی کے اخذ کئے ہوئے نہیں ہیں، اور اسی وجہ سے انسانی آئین یا دستور کی طرح تغیر پذیر نہیں ہیں - مذہب خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی چیز ہے جو اٹل اور آمٹ ہے - اس کا سلسلہ ازل سے ابد تک قائم ہے اور اس میں عقل انسانی کو دخل نہیں - نکتہ چیں اس میں شاخسانے نکالتے ہیں - اتنے مذہب پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ایک مذہب جاری ہوا، پھر حکم الٰہی سے وہ منسوخ ہوکر اس کی جگہ دوسرا

مذهب جاري کیا گیا - یه کیوں؟ اس کا کیا ثبوت هے کہ
هر زمانے میں اور هر گروہ انسان میں پیغمبر بهیجے گئے؟
اگر یه کہا جاتا هے کہ ایک خاص زمانہ میں خدا نے ایک
خاص مذهب جاري کیا اور وهي مذهب برحق هے اور اس
سے انکار کرنے والا کافر هے، تو ان لوگوں کا کیا حشر هوگا جن تک
وہ پیام پهونچا هي نهیں؟ وغیرہ، وغیرہ - خدائي مذهب
کے طرفدار ایک حد تک ان اعتراضوں کا جواب دلیل اور
منطق سے دیتے هیں اور آخر میں معترضین کو یه کہ کر
خاموش کر دیتے هیں کہ احکام الهي میں چون و چرا کي
گنجائش نهیں، مذهب ادراک انساني سے بالاتر هے، عقل انسانی
محدود هے اور رموز الهی کے سمجهنے سے قاصر - یه وہ کوچه
هے جس میں اطاعت اور خاموشي کے سوا دم مارنے کي
مجال نهیں -

مگر ایک دقت پهر بهی باقي رهتی هے - اگر ان بزرگوں
کے فرمانے کے مطابق مذهب کو خداداد مان لیا جائے اور
وید، انجیل، قرآن، وغیرہ کو کلام الهي سمجها جاے، تو بهي
کلام الهي کے معني اور مطلب سمجهنے کے لئے انسان کے پاس سوائے
اُس محدود اور ناقص عقل و فهم کے اور کوئي دوسرا
ذریعه نهیں - کلام الهي تو نازل هوا، مگر اس کے ساتھ اُس کي شرح
تو نهیں نازل هوئي، اور اگر هوتي بهي، تو جو دقت کلام
الهي کے سمجهنے میں پیش آ رهی هے وهی اس کي شرح
کے سمجهنے میں پیش آتی - وید اور قرآن کلام الهي
هوں، مگر وید کے کس منتر کے کیا معني هیں اور قرآن

کي کس آیت کا کیا مطلب ہے ' یہ کون بتائیگا - شاید اسي
دقت کو دور کرنے کے لئے عیسائیوں کے رومن کیتھولک گروہ
نے یہ آئین قائم کیا کہ انجیل کے معني اور مطلب
سمجھنا ہر انسان کا کام نہیں ' جو معني چرچ یا یوں کہئے
کہ پاپائے روم کی طرف سے بتائے جائیں وہي مستند ہیں اور
ان کو ماننا لازم ہے - لیکن اصل دقت اس سے بھي رفع نہ
ہوئی - پوپ بھي انسان ہے ' اور اس وجہ سے فاني - ایک پوپ
جاتا ہے دوسرا آتا ہے - اس واسطے ان کے احکام میں اختلاف
ہو سکتا ہے - پھر یہ کہ جو معني و مطلب چرچ یا پوپ کی
طرف سے بیان کئے جاوینگے ان کو کون سمجھیگا ؟ غرضکہ کلام
الہي کے ماننے والوں کو بھي عقل انساني کي جانچ پرتال
سے مفر نہیں اور خدا کا فرمانبردار سے فرمانبردار بندہ بھي
اپنے فہم و درک سے بےنیاز نہیں ہو سکتا -

یہي وجہ تو ہے کہ ہر مذہب کے پیرو فریق در فریق
اور گروہ در گروہ پاشان و پریشان نظر آتے ہیں - وید تو ایک
ہے ' پھر چھ شاستر کیوں ؟ شیوي ' شاکت اور ویشنو کي تفریق
کس واسطے ؟ سناتن دھرمیوں اور آریہ سماجیوں کی معرکہ
آرائی کا کیا سبب ؟ قرآن ایک ہے ' مگر معتزلہ اور اشاعرہ
کے خونریز جھگڑوں سے اسلامي تاریخ کا کون پڑھنے والا واقف
نہیں ؟ شیعہ اور سني کا اختلاف آج بھي موجود ہے - کوئي
مقلد ہے ' کوئي غیر مقلد ' کوئی آغا خانی ہے ' اور کوئي
اثنا عشري - اسلام ایک ہے ' مگر اس میں بہتّر فرقے ہیں '
اور اب شاید اس سے بھي کچھ زیادہ - حافظ نے سچ کہا ہے :

جنگ هفتاد و دو ملت همه را عذر بنه
چون ندیدند حقیقت رہ افسانه زدند

حضرت عیسیٰ کي تلقین انجیل سے واضع ھے ' مگر انجیل کو کلام الهي ماننے والے عیسائیوں کے سیکڑوں گروہ ھیں ' اور لطف یہ ھے کہ ھر مذھب کا ھر گروہ اپنے تئیں راز الهي کا آمین سمجھتا ھے اور اپنے سوا سب کو گمراہ جانتا ھے ' حتیٰ کہ ایک زمانه میں اپنے ھی مذھب والوں کو اگر وہ ایک خاص فرقه اور گروہ سے الگ ھوں قتل کرنا اور زندہ جَلانا ثواب سمجھا جاتا تھا - کہتے ھیں کہ انسان ایک جنگجو جانور ھے ' لڑائي جھگڑا اس کي فطرت میں ھے - ایک مشرقي حکیم کا قول ھے کہ زن ' زمین اور زر یہي تین چیزیں شر و فساد کا باعث ھیں - بادشاھوں کے جنگ و جدل کي خونین داستانیں اور اقوام دنیا کے تصادم کي ھولناک کہانیاں زباں زد خلائق ھیں ' لیکن تاریخ عالم شاھد ھے کہ جتني خونریزي دنیا میں مذھب کے نام سے ھوئي ھے اس سے زیادہ شاید کسی اور وجه سے نه ھوئي ھوگي -

مدعا اس سب کا یہ ھے کہ مذھب الهامي ھو یا انسان کے دماغ کا اختراع ' اس کے اصول کي تشریح ' اس کے معاني اور مطالب کا سمجھنا ' اس کے احکام کي پابندي ' ان سب کا انحصار انسان کی عقل اور فھم پر ھے - یھي وجه اختلاف مذاھب کی ھے ' اور یھي بنا مذھب کے ارتقا کي - تاریخ بتاتي ھے کہ تغیر اور تبدل ' آگے بڑھنا اور کبھي کبھي پیچھے ھٹنا ' انساني تمدن اور انساني تہذیب کا جزو ھے - کسي خاص

زمانہ میں انسانوں کا ایک گروہ اپنی ضروریات کے پورا کرنے کے واسطے ایک خاص تمدن یا تہذیب قائم کرتا ہے، سوسائٹی کے مدارج قرار پاتے ہیں، قانون بنتا ہے، علوم و فنون رائج ہوتے ہیں، ملکداری کے دستور اور سیاست کی پالسی قائم ہوتی ہے - سو دو سو برس تک سوسائٹی اس تمدن کے زیر فرمان کام کرتی ہے - ایک زمانہ گزرنے کے بعد اس بات کا احساس شروع ہوتا ہے کہ اب اس تمدن میں تبدیلی کی ضرورت ہے - جس طرح جوانی میں بچپن کے کپڑے ٹھیک نہیں ہوتے اسی طرح انسانی دماغ اور انسانی اخلاق ترقی کرکے مروجہ تمدن کی حد سے آگے نکل جاتے ہیں - اس کا احساس پہلے عوام کو نہیں بلکہ خواص کو ہوتا ہے، روشن دماغ اور ذکی الحس افراد قوم اس تغیر کو محسوس کرتے ہیں اور ان میں بےچینی شروع ہوتی ہے - مگر انسان عادت کا غلام ہے - جو ہمارے بزرگوں نے سمجھا اور کیا وہی ہمارے واسطے بھی کافی ہے - نظام دنیا جس طرح پہلے تھا اسی طرح اب بھی ہے اور ویسا ہی آیندہ بھی رہےگا - خیالات اور عادات کا بدلنا تکلیف‌دہ ہے - اسی وجہ سے اصلاح کرنے والوں کی ہمیشہ عوام کی طرف سے مخالفت ہوتی ہے - حضرت عیسیٰ کو سولی دی گئی - رسول عربی کو جلا وطن ہونا پڑا، سوامی دیانند کو زہر دیا گیا - مگر چونکہ تبدیلی اور اصلاح کا تقاضا فطرت انسانی اور قانون قدرت کی طرف سے ہوتا ہے اس واسطے مخالفت کے باوجود نئے خیالات کی اشاعت ہوتی رہتی ہے اور نئے پیشوا کے پیرووں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا

ہے، حتی کہ قرنوں اور بعض اوقات صدیوں کی کشاکش کے بعد اصلاح‌پسند گروہ سوسائٹی کا نیا آئین اور نیا دستور بنانے میں کامیاب ہوتا ہے - یہی راز ہے انسانی ترقی کا، اور یہی معنی ہیں اس بے چینی اور کشمکش کے جو ہر متمدن قوم کی تاریخ میں نظر آتی ہے - مذہب کا ارتقا اس کلیہ سے خارج نہیں ہے - اور ہندو مذہب کی تاریخ میں اس ارتقا کے مدارج صاف نظر آتے ہیں - ویدوں کے رشی اور شاستروں کے بنانے والے، گوتم بُدھ اور شنکر آچارج، رامانُج اور رامانند، کبیر، نانک، چیتن، اور تکا رام، تلسی‌داس اور سورداس، راجہ رام موہن رائے، اور سوامی دیانند ایک ہی زنجیر کی کڑیاں ہیں - جن اصلاحوں کی آج ضرورت محسوس ہوتی ہے، جو سوشل، مذہبی، یا ملکی تبدیلیاں لوگ کرنی چاہتے ہیں، اُن کی ضرورت اور بے ضرورتی، حسن و قبح سمجھنے کے لئے اس بات کا سمجھنا لازمی ہے کہ اس زمانہ سے پہلے اس ملک کے مصلحان قوم کو کیا کیا دقتیں پیش آئی تھیں، اور انہوں نے اپنے زمانہ کے عقدوں کو کس طرح حل کیا تھا - اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ہماری قوم کی فطرت بہ حیثیت قوم کے کیسی ہے، اس کا مزاج کس طرح کا ہے، اور نئے خیالات اور نئے اصولوں کو کس شکل اور کس قالب میں قبول کرنے کے لئے وہ آسانی سے آمادہ ہو سکتی ہے -

مشکل یہ آ پڑی ہے کہ فرنگیوں کے اقبال ہیبت اور یورپ کی برتری کا نقش ہمارے مغلوب اور افسردہ دلوں پر کچھ ایسا بیٹھ گیا ہے کہ اپنے یہاں کی کوئی چیز بھاتی

هي نهيں اور اپنے ديس كا بڑے سے بڑا آدمی مغربي تهذيب كي ميزان ميں سبک نظر آتا هے - غضب يه هے كه تعليم يافته اور پڑهے لكهے هندوستاني اپني زبان، اپنے مذهب، اور اپني تهذيب سے نه صرف بے خبر هيں بلكه مشرقي حكمت اور مشرقی تمدن كو قابل التفات هي نهيں سمجهتے - آج ايک گروه ايسا بهي پيدا هو گيا هے جو سياسي شورش اور سياسي مخالفت كي بنا پر انگريزوں سے سخت ناراض هے، مگر دل اور دماغ دونوں پر ايسا چوكها مغربي رنگ چڑها هوا هے كه انگريزوں سے منافرت كے پردے ميں بهي مغربي اداؤں كي جهلک نظر آتي هے، اور انگريزوں كو گالياں بهي دي جاتي هيں تو مغربي لهجه ميں - انگريزوں كے خلاف غم و غصه كا اظهار هوتا هے، مگر اپني چيزوں سے اب بهي وهي مغائرت هے اور اپنے بزرگوں كے كارناموں اور اپنے اسلاف كي سحركاريوں سے اب بهی وهي لا علمی هے جو پهلے تهي-

جيسا كه ميں عرض كر چكا هوں، هندؤوں كي تاريخ سے ظاهر هوتا هے كه ان كے يهاں قريب قريب هر زمانه ميں ايسے روشن دماغ اور عالي خيال بزرگ پيدا هوتے رهے هيں جو معينه شاهراه سے هٹ كر چلتے تهے، فرسوده خيالات كی گتهيوں كو سلجهانے كي كوشش كرتے تهے اور رسم و رواج، رياكاري اور مذهبي نمائش كي بيڑيوں كو كاٹ كر آزادهروي اور حق پرستي كي تلقين كرتے تهے - ميرے خيال ميں اس برگزيده گروه ميں كبير صاحب كا درجه نهايت ممتاز هے، اور اسي وجه سے

میں نے ان کے سوانح اور ان کی تلقین کے متعلق کچھ عرض کرنے کی جرات کی ہے -

ھندو مذھب کا اِرتقا

سائنس کے ماھر کہتے ھیں کہ کرۂ زمین کو وجود میں آئے ھوئے کروروں برس ھو گئے اور حضرت انسان اس پر لاکھوں برس سے آباد ھیں - متمدن اقوام کے پاس جو تحریری دستاویزیں ھیں وہ چند ھزار برس سے زیادہ کي نہیں، مگر انسان نے ان سے پہلے کي حالت کا بہت کچھ کھوج لگایا ھے - پراني عمارتیں پرانے سکے اور کتبے زمین کے نیچے دبے ھوئے پرانے شہروں کے کھنڈر حتی کہ زبان انساني کے الفاظ، ان سب کی جانچ پرتال کي جاتی ھے، اور ان کو میزان عقل میں تول کر مختلف اقوام کي تہذیب اور شائستگي کے متعلق نتائج اخذ کئے جاتے ھیں - فرنگي حکیموں نے ایشیا اور یورپ کي مختلف زبانوں پر جب غور کیا تو ان کو معلوم ھوا کہ سنسکرت، فارسي، یوناني، لاطیني، اور جرمن زبانوں میں بہت سے الفاظ ھیں جو اس قدر ملتے جلتے ھیں کہ وہ ایک ھي ماں کي اولاد معلوم ھوتے ھیں - کوئي زمانہ ھوگا کہ جب آرین قوم جس کي یہ مختلف شاخیں ایشیا اور یورپ میں آباد ھیں، وسط ایشیا میں رھتی تھی اور وھیں سے مختلف ممالک میں پھیلی - اس قوم کی سب سے پراني دستاویز رِگ وید ھے جو ھندوستان کے آریوں کے پاس محفوظ ھے - اس سے معلوم ھوتا ھے کہ جب آریہ افغانستان سے گذرکر پنجاب میں آباد ھوئے تو وہ شایستگي اور

تمدن کے اکثر مراحل طے کر چکے تھے - ان کے مذہب میں مظاہر قدرت کو دیوتاؤں کا درجہ دیا گیا تھا - ان کو وہ انسان سے بہتر اور برتر سمجھتے تھے اور اپنا یار و مددگار خیال کرتے تھے - وہ ان دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے، اور ان سے اپنے دشمنوں پر فتح پانے کے واسطے اور اپنے جاہ و عروج کے لئے دعائیں مانگتے تھے - رِگ وید کے بعض منتروں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کرنےوالا اس وقت ایک خاص دیوتا کو جس کی وہ عبادت کر رہا ہے سب سے افضل سمجھتا ہے، اور اتنی دیر کے واسطے وہ اور دیوتاؤں کے وجود کو بھول جاتا ہے - اُن کے دیوتاؤں کی کثرت میں بھی وحدت کا راز مخفی تھا - رِگ وید میں ایسے منتر موجود ہیں جن میں محض ایک وحدہ لا شریک ذات کا ذکر ہے، اور اس کو سب سے اعلیٰ اور کل کائنات کا خالق قرار دیا گیا ہے - عبادت کے ذرائع غالباً دو تھے، ایک تو دیوتا کی ثنا و صفت اور اس کی درگاہ میں اپنی حاجتوں کا اظہار، دوسرے یگ - یگ ہندؤوں کی پوجا کا نہایت ممتاز جزو ہے، اور اس کا رواج ہندؤوں میں اِس وقت تک ہے - یوں تو ہر دنیادار کے واسطے یگ لازم تھا اور مذہب کا جزو لاینفک، مگر تہذیب اور ثروت کی ترقی کے ساتھ بعض ایسے یگ بھی وجود میں آئے جن کے کرنے کے لئے بڑے ساز و سامان کی ضرورت ہوتی تھی اور جو صرف راجہ مہاراجہ ہی کر سکتے تھے - مثلاً راجسویہ یگ، یعنی جشنِ شاہنشاہی یا اَشْوَمیدھ یگ جس

میں گھوڑے کی قربانی کی جاتی تھی - مذهبی رسوم کا ادا کرنا تو هر آریه کا فرض تھا - مگر جوں جوں تمدن کی ترقی کے ساتھ مذهبی رسوم طویل اور پیچیدہ هوتے گئے ان کا ادا کرنا مشکل هوتا گیا - دنیاداروں کو دنیا کے بکھیڑوں هی سے فرصت کہاں کہ وہ هر رسم کی توضیح اور تفصیل یاد رکھیں - آگ کس طرح روشن کرنی هے، قربانی کب اور کس طرح کی جائےگی، کس وقت اور کس آواز سے کون سا منتر پڑھا جائےگا، کون سی دعا کس وقت کار آمد هوگی، اِن باتوں کو سمجھنا اور یاد رکھنا اور ضابطہ اور قاعدہ سے انجام دینا هر شخص کے امکان میں نہ تھا - اس کمی کو پورا کرنے کے لئے برهمنوں کا گروہ پیدا هو گیا جن کے سپرد یہ مذهبی خدمت کی گئی، اور جن کا یہ فرض قرار دیا گیا کہ وہ مذهبی عقاید اور مذهبی علوم کے ماهر هوں، اور مذهبی رسوم کو صحیح طریقہ سے ادا کر سکیں - هر فرد قوم کے لئے، چاهے وہ راجہ هو یا پرجا، یہ ضروری هو گیا کہ وہ رسوم مذهبی کے ادا کرنے میں برهمنوں سے مدد لے اور ان کی هدایت پر عمل کرے - هر علم اور هر فن بلکہ یوں کہئے کہ دنیا کے هر کام میں مبصروں (experts) کی نخوت اور "دراز دستی" مشهور هے - یہ تو مذهب کا معاملہ تھا - تعجب کی کیا بات هے اگر برهمنوں نے مذهب کے تقدس کو اپنی ذات میں منتقل کر لیا اور اپنے تئیں خالق کائنات کا رازدار اور نوع انسان کا شفیع سمجھنے لگے؟

صدیاں گذر گئیں، جُگ بیت گئے، اور جو حشر ہر انسانی دستور کا ہوتا ہے وہی اس کا بھی ہوا، یعنی وہ دل کی صداقت اور مَن کی لگن جس کا اظہار ان ذرائع پرستش سے ہوتا تھا گھٹنے لگی، اور ان پر تصنع کا رنگ چڑھنے لگا، پوجا پاٹھ، ہَوَن اور یگ لوگ کرتے تھے، مگر رسم و رواج کی بنا پر، یا اپنی امارت کے اظہار کے واسطے جن کے سینہ میں دل تھا اور دل میں سچا مذہبی ولولہ تھا وہ یہ محسوس کرنے لگے کہ چھلکے کے اندر مغز باقی نہیں رہا اور خالی چھلکا ان کے درد کی دوا نہیں - ان بزرگوں نے ایک دوسرا راستہ گیان کا قائم کیا اور یہ سکھایا کہ موکش یا نجات کا ذریعہ ہے برہم گیان یا علم الہی کا حاصل کرنا اور اپنی اور اپنے معبود کی حقیقت کو پہچاننا - گیان حاصل کرنے کے لئے لوگوں نے ریاضت یا تپ شروع کیا، اور رفتہ رفتہ تپ کو وہی مرتبہ حاصل ہو گیا جو کسی زمانہ میں یگ کو حاصل تھا - دنیا سے مُنھ موڑ کر جنگل میں چلا جانا اور "تپسیا" ریاضت میں عمر گزارنا برگزیدہ اور مذہبی آدمیوں کا یہی مآل زندگی قرار پایا - اِس کا بیان اُپنشدوں میں نہایت وضاحت سے ملتا ہے - معلوم ہوتا ہے کہ ہندؤوں کے ایک بڑے گروہ میں ان امور پر غور کرنے کی قابلیت اور شوق پیدا ہو گیا تھا - ہم کیوں پیدا ہوئے؟ کہاں سے آئے؟ کہاں جا رہے ہیں؟ انسانی زندگی کا کیا مآل ہے؟ اور حصول نجات کی کیا تدابیر ہیں؟ کرم کا کیا اثر ہے؟ مایا کے کیا معنی ہیں؟ آوا گون کے

چکر سے کس طرح آزادي مل سکتی هے ؟ یہ سب سوال ان کے سامنے تھے، اور جس فراست اور معقولیت کے ساتھ انھوں نے ان مسائل پر بحث کي هے جیسي بلند اور دیرپا پرواز ان کي بُدھي* کي تھي، اور جس طرح وہ برھم گیان کے آسمان سے تارے توڑ کر لائے هیں وہ انھیں کا حصہ هے - یورپ والے ان کے عقائد کو مانیں یا نہ مانیں مگر مذهب اور فلسفہ کے صحراے ناپیدا کنار میں ان کی تحقیق اور تجسس کي داد علماے فرنگ بھي دیتے هیں، اور جو کچھ وہ سکھا گئے هیں اس کا چرچا آج بھی غیروں کی محفل میں هے -

آخرکار قانون قدرت کا عمل ایک مرتبہ پھر هوا اور جو تپ معبود حقیقي کے پہچاننے اور نجات حاصل کرنے کے واسطے کیا جاتا تھا وہ محض دکھانے کے لئے یا حصول نام و نمود کے لئے کیا جانے لگا، مغز مفقود هو گیا، اور کُتے هڈیاں چچوڑتے رہ گئے - لہذا اصلاح و ترمیم کي ضرورت محسوس هوئي اور مہاتما گوتم بُدھ کی تعلیم و تلقین کي نوبت آئي -

اس سے قبل کہ مہاتما بُدھ کا ذکر کروں مناسب معلوم هوتا هے کہ ایک بات کہ دوں - آریوں میں برھمن اور چھتري یہ دونوں اونچي ذاتیں مانی جاتي هیں - آریوں کي قوم میں عوام کا نام ویش تھا - برھمنوں اور چھتریوں

---

* عقل سلیم -

کا شمار خواص میں تھا - رفتہ رفتہ برھمنوں نے مذہبي تقدس کي بنا پر اور اسرار الٰہي کے امین کي حیثیت سے اپنا درجہ چھتریوں سے بڑھا لیا - مگر کتب مذہبي کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درجہ ان کو آساني سے نہیں حاصل ہوا - چھتري عابد اور زاہد برھمنوں کے ساتھ ساتھ اس کوچہ میں گامزن تھے، اور برہم رشي اور راج رشي کا مقابلہ تھا - بسوامتر اور بششٹ کے قصہ سے کون ہندو واقف نہیں ؟ پرس رام نے ناخوش ہوکر چھتریوں کو نیست و نابود کرنے کي کوشش کي، لیکن آخر ان کو راجہ رام چندر جي سے جو چھتري تھے ہار ماننی پڑي - ہندو مذہب اور ہندو فلسفہ کي تاریخ میں کسی برھمن مرتاض، کسی برھمن درویش کا درجہ راجہ جنک سے اونچا نہیں ہے - بڑے بڑے رشي اور مُنی ان کے سامنے زانوے ادب تہ کرتے تھے اور ان کي شاگردي کو باعث فخر سمجھتے تھے - اسی سلسلہ میں یہ نکتہ بھي یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہندوستان قدیم کے دو بڑے پیشوایان مذاہب جو مقررہ راستہ سے ہٹ کر چلے اور جنھوں نے مروجہ عقائد سے الگ اپنے مسلک قائم کئے وہ دونوں چھتري تھے، یعني بَودھ مت کے باني گَوتم بُدھ اور جَین مت کے باني مہاویر -

گَوتم بُدھ کا زمانہ پانچویں صدي قبل مسیح کا زمانہ ہے - یہ کپل وستو کے راجہ کے گھر میں پیدا ہوئے اور راجکماروں کي تعلیم پائي، مگر بچپن ھي سے مَن کو اور ھي لگن لگي ہوئی تھي - باپ نے دنیاداري کي طرف مائل

کرنے کے لئے شادي کر دي - جب لڑکا پیدا ہوا تو گوتم بُدھ نے کہا "یہ ایک بندھن اور بڑھا جسے کاٹنا پڑے گا" - آخر تیس برس کي عمر میں دنیا سے مُنھ موڑ کر جنگل کو سدھارے - اس زمانہ میں علم لدني کے متلاشیوں کے واسطے ریاضت کا طریقہ جاري تھا - انہوں نے بھي اس کو اختیار کیا، مگر کچھ دن بعد بے سود سمجھ کر چھوڑ دیا - خدا کي قدرت دیکھئے کہ ایک دن جب گوتم بُدھ ایک پیپل کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوے تھے، ان کے دماغ میں بجلي سي کوند گئي، مایا کي تاریکی دور ہو گئي، اور کائنات کا راز آشکارا ہو گیا - وہ سکون قلب، وہ سرور ابدي، جس کی تلاش میں وہ برسوں سے سرگرداں تھے ایک لمحہ میں حاصل ہو گیا - اس خوشي اور اس مسرت کا کیا پوچھنا؟ اس کي قدر کچھ وہی سمجھ سکتا ہے جو اس کوچہ میں کبھی دو چار قدم بھي چلا ہو، اور جس نے اس تلاش و تجسس میں اپنا دل و دماغ صرف کیا ہو - اس دن سے گوتم کا لقب بُدھ قرار پایا، جس کے معني ہیں روشن دل اور روشن دماغ - معمولی درجہ کے درویش تو اپني کامیابي پر خوش ہو کر بیٹھ رہتے، مگر گوتم کو تو اپني نجات سے زیادہ دنیاوالوں کي نجات کي فکر تھی - وہ دنیا کے مصائب اور تکالیف، اس کے رنج و غم سے واقف تھے، ان کے سینہ میں دل تھا اور دل میں درد - جب

اُن کو اس بات کا گیان ہوا کہ حصول نجات کے مروجہ طریقے بےکار ہیں، حقیقت اور اصلیت کچھ اور ہے، تو ان پر فرض ہوا کہ وہ اپنی باقی عمر اس کی تعلیم و تلقین میں صرف کریں، اور دنیا کو نجات کا صحیح راستہ بتاویں - اور انہوں نے ایسا ہی کیا -

کرم اور آوا گون یا تناسخ کے مسائل پر گوتم بدھ کی تعلیم کی بنا تھی - جو جیسا کرے گا ویسا پائے گا - اچھے اور برے دونوں طرح کے افعال کے نتائج کا بھگتنا لابدی ہے - اور اسی واسطے ہر روح کو بار بار دنیا میں جنم لینا پڑتا ہے - اچھے کرم کے صلہ میں اگر بہشت بھی نصیب ہوئی تو مقررہ مدت کے بعد پھر دنیا میں پیدا ہونا پڑے گا، اور دنیا کے رنج اور خوشی، مسرت اور صعوبت برداشت کرنی پڑےگی - اگر غور سے دیکھئے تو جو چیز انسان کو دنیا سے وابستہ رکھتی ہے اور اس کے جھگڑوں سے آزاد نہیں ہونے دیتی وہ "ترشنا" یا خواہش ہے - پس نفس امارہ کا مارنا سب سے زیادہ ضروری ہے - اعتدال کی زندگی سب سے اچھی، نہ نفس امارہ کی غلامی اور نہ اس طرح کی ریاضت جس میں جسم اور جان کو طرح طرح کی ایذا پہونچائی جائے - والدین اور گرو کی اطاعت، اپنے نفس پر قابو، ہر انسان کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ، اور ساری کائنات پر ترحم کی نگاہ، بودھ مت کے یہ چار خاص اخلاقی اُصول ہیں، اور ان کی پابندی سے وہ اعتدال و

سکون حاصل ہو سکتا ہے جو نِروان یا نجات کا ذریعہ ہے - فلسفي اور حکیم نِروان کے مختلف معني بیان کرتے ہیں، لیکن فلسفہ اور حکمت کي موشگافیوں کو چھوڑکر نروان کے سیدھے سادھے معني معلوم ہوتے ہیں خواہشات نفساني کو جو رنج و غم، گناہ و عذاب، کا ماخذ ہیں زیر کرنا اور دنیاوي تعلقات کي زنجیر کو توڑ کر روح کو آوا گون کے سلسلہ سے آزاد کر دینا - دنیا نگارخانہ آرزو ہے اور انسان فریب خوردۂ ہوا و ہوس - خواہش یا ترشنا تعلق دنیوي کی جڑ ہے - جب خواہش نہ رہےگي تو دنیا کا تعلق بھی نہ رہےگا - اور جب دنیا کا تعلق نہیں رہا تو روح کو جنم لینے کي ضرورت باقي نہیں رہتی -

اُس وقت مذہب کي زبان سنسکرت تھی، اور آریوں کے اعلیٰ طبقہ کے لئے مخصوص تھی - اور برہمن ہی اس کو سمجھ سکتے تھے اور سمجھا سکتے تھے، مگر گوتم بدھ نے جو کچھ کہا وہ عوام کی زبان میں کہا، چنانچہ بَودھ مت کي کتب مقدسہ پالي زبان میں ہیں، جو اُس زمانہ میں مگدھ یا بہار میں رائج تھي - گوتم کي تعلیم عوام کے لئے نہیں بلکہ خواص کے لئے تھي، اور نجات کا راستہ ہر شخص کے لئے بلا قوم یا ذات کي تفریق کے کھلا ہوا تھا - نجات کا وسیلہ یگ اور تَپ نہیں، بلکہ ہر شخص کا روزمرہ کا چال چلن اور افعال و اقوال قرار دئے گئے - اس کا لازمي نتیجہ یہ تھا کہ ذاتوں کي تفریق کي مذہبي بنیاد ہل گئي، برہمنوں کے تکبر کو سخت

صدمہ پہونچا ، اور ان کی فضیلت تقویم پارینہ ہو گئی - اس وقت بھی جن ملکوں میں بودھ مذہب رائج ہے ، مثلاً لنکا ، برہما ، سیام ، وغیرہ ، وہاں نہ ذات کی تفریق ہے ، نہ کھانے پینے کی چھوت چھات ، نہ برہمنوں کی طرح کوئی گروہ جنت کا موروثی دربان اور انسان کا موروثی شفیع ہونے کا دعویٰ کرتا ہے -

تیسری صدی قبل مسیح بودھ مت کے عروج کا زمانہ تھا - چندر گپت کا پوتا اشوک اس وقت مگدھ کا راجہ تھا - اس نے بَودھ مت کی اشاعت میں بڑی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ مذہب چین اور جاپان ، لنکا ، برہما ، اور سیام ، افغانستان ، اور ترکستان تک پھیل گیا - اگر تعصب اور انانیت کو چھوڑ کر گوش ہوش سے سنئے تو بعض بڑے بڑے مذاہب میں جو اس وقت ایشیا اور یورپ میں پھیلے ہوے ہیں بودھ مت کے عقائد اور اس کے قانون اور دستور کا اثر آواز باز گشت کی طرح آپ کو سنائی دے گا -

سیکڑوں برس تک یہ مذہب ہندوستان پر غالب رہا ، اور جب اس کا زوال شروع ہوا اور ہندو مذہب نے عود کیا تو آٹھویں صدی تک دونوں مذہب ساتھ ساتھ ہندوستان میں جاری رہے ، مگر بودھ مت کے بادشاہوں نے کبھی کسی کو زبردستی اپنے مذہب میں شامل کرنے کی کوشش نہیں کی ، اور نہ کبھی اختلاف مذہب کی بنا پر خونریزی کی نوبت آئی - ہاں ، اگر غور سے دیکھئے

تو یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ بودھ مت کے بعض عقائد اور اصول قوم کے دل و دماغ میں اس طرح سے سرایت کر گئے تھے کہ اس مذہب کے زوال کے بعد وہ ہندو مذہب کا جزو بن گئے، اور آج بھی ان کا اثر ہندوؤں کی مذہبی اور سوشل زندگی پر موجود ہے -

بودھ مذہب کے زوال کے وہی اسباب تھے جو عموماً مذہبوں کے زوال کے ہوا کرتے ہیں - گوتم بدھ کی روحانی تعلیم کو تو لوگ بھول گئے اور اس کی جگہ بدھ کی مورتوں کو پوجنے لگے، معنی اور مطلب فراموش ہو گئے، محض الفاظ کا گورکھ دھندا رہ گیا، اور الفاظ کے اختلاف پر فرقے اور جتھے قائم ہونے لگے - چوتھی صدی عیسوی میں جب گپت خاندان کے راجہ شمالی ہندوستان میں حکومت کرتے تھے اس وقت بودھ مذہب کا زوال اور ہندو مذہب کی نئی زندگی شروع ہو گئی تھی - آٹھویں صدی عیسوی میں شنکراچارج کے اقبال کا ستارہ چمکا اور اس کے وعظ اور تلقین کا یہ اثر ہوا کہ کدارناتھ سے رامیشورم تک اور جگناتھ سے دوارکا تک ہندو مذہب کا ڈنکا بج گیا - مگر جو مذہب اب رائج ہوا وہ قدیم آرین مذہب سے مختلف تھا - ویدوں اور شاستروں کو اب بھی لوگ مانتے تھے اور ان کی عظمت کے قائل تھے، مگر دلوں پر مہابھارت اور رامائن کا سکہ چلتا تھا اور پرانے دیوتاؤں کی جگہ رام اور کرشن کے اوتاروں نے لے لی تھی - اس تبدیلی کے ساتھ بھکتی کے عقیدہ کا رواج ہوا - کرم اور گیان "تپس" اور ریاضت

سے لوگ واقف تھے، اور ان کو برت چکے تھے - اب بھکتی نے لوگوں کے دلوں کو اور دلوں کے جذبات کو اپني طرف کھینچنا شروع کیا، اور بارھویں صدي سے سولھویں سترھویں صدي تک جو مذهبي پیشوا ھوے انھوں نے نہایت زور شور سے اسي عقیدہ کو سراھا اور اس کی اشاعت کي - شمالي هندوستان میں رامانند اور ان کے چیلے کبیر، تلسي داس اور سور داس، بنگال میں چیتن، پنجاب میں نانک، اور دکن میں تکارام اس بھکتي کے مذهب کے رواج دینے والے تھے - چونکہ اس تحریک کے موجد اور اشاعت دینے والے اکثر ویشنو تھے اس واسطے هندوستان میں یہ تحریک انھیں کے نام سے موسوم ھے، اور انگریزي مؤرخ بھي اس کو ویشنوازم کہتے ھیں -

یہ بھکتی کي تحریک گیتا کے زمانہ سے شروع ھوتي ھے - بھکتي وھي چیز ھے جس کو صوفي عشق الٰہی کہتے ھیں - کرم کانڈ کے پوجا پاٹھ، اور گیان مارگ کے بکھیڑوں سے بھکت یکساں آزاد ھے - محض محبت کا جذبہ اس کے واسطے کافي ھے، اور اس کو وہ دنیا اور آخرت کا سرمایہ سمجھتا ھے - مآل زندگی تو اس کا وھي ھے جو ھر هندو کا ھے، یعني آوا گون کي قید سے آزاد ھوکر موکش یا نجات حاصل کرنا - لیکن اس کے حاصل کرنے کے لئے اس کے پاس بس ایک بھکتي کا ذریعہ ھے جو اس کی ساري روحاني زندگي پر حاوي اور محیط ھے، اور جس کے کیف و سرور پر وہ بے تامل دنیا اور عقبیٰ کو قربان کرنے کو تیار ھے -

جس تحریک کا میں ذکر کر رہا ہوں وہ کئی باتوں میں اس تحریک سے ملتی جلتی ہے جو سولھویں صدی میں پروٹسٹنٹزم کے نام سے یورپ میں جاری ہوئی تھی - یورپ میں پاپائے روم کو یہ دعویٰ تھا کہ مذہب کے معاملہ میں اس کا فیصلہ قطعی اور ناطق ہے' اور اس کے حکم کی نافرمانی خدا کے حکم کی نافرمانی ہے - ہمارے ملک میں قریب قریب یہی دعویٰ برہمنوں کا تھا' اور ذات کی تفریق اُس پر مزید کریلا اور نیم چڑھا - بھکتوں نے یہ بتلایا کہ مذہب خدا اور بندہ کا واسطہ ہے' چاہے وہ کیسی ہی نیچی ذات کا کیوں نہ ہو بلا کسی اونچی ذات والے کی مدد کے بندہ اپنے خالق تک پہونچنے کا مجاز ہے - ان بھکتوں کے سیکڑوں اقوال ایسے ملیں گے جن میں برہمنوں کی نخوت اور گھمنڈ کا مضحکہ اُڑایا گیا ہے' اور ذات کی تفریق کو بے معنی اور لا طائل بتایا گیا ہے - صرف یہی نہیں بلکہ کبیر اور نانک نے تو ہندو مسلمان کے فرق کو بھی مٹا دینا چاہا ہے - ہندؤوں کے سوشل نظام کی بنیاد ذات کی تفریق پر ہے' اور یہ نظام کچھ ایسا مضبوط ہے کہ بھکتوں کی کوشش بھی اس کو نہ توڑ سکی - لیکن یہ ضرور ہے کہ جنوبی ہندوستان کے مقابلہ میں شمالی ہندوستان میں برہمنوں کا تکبر اور چھوت چھات کی سختی کم ہو گئی ہے - اسی طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ گو دیوی دیوتا اب بھی مانے جاتے ہیں اور بت پرستی ہندؤوں میں جاری ہے' تاہم ان بھکتوں اور سنتوں کے اقوال زبانزد خلائق ہیں' اور بت پرستوں سے

اگر جرح کیجئے تو فوراً معلوم ہو جاے گا کہ وہ اپنی جہالت کے باوجود ایک ایشور یا پرماتما یا بھگوان کو ان تمام مظاہر سے اعلیٰ اور برتر جانتے ہیں - پاپاے روم کے مذہب میں انجیل کی زبان لاطینی تھی، جس طرح ہندوؤں کی مقدس کتابیں سنسکرت میں لکھی ہوئی تھیں - جرمنی کے پروتستنت لیڈر لوتھر نے جرمن زبان کو اپنا آلہ کار بنایا - اور اس کی تقلید دیگر ممالک فرنگ میں کی گئی کیونکہ ان لوگوں کی اپیل علما کے گروہ کے خلاف عوام کے سامنے پیش تھی - گوتم بدھ نے پالی زبان میں وعظ دیا تھا - اسی طرح ہندوستان کے سنتوں اور بھکتوں نے سنسکرت کو چھوڑ کر ہندی، مرہٹی، بنگالی، اور پنجابی میں اپنے خیالات کی اشاعت کی، اور ان کو صرف شاہی محلوں اور عظیم‌الشان اور مقدس مندروں میں نہیں بلکہ غریب نادار جاہل دیہاتیوں کے جھونپڑوں اور چھپروں میں پھیلایا - کبیر صاحب فرماتے ہیں :

سنسکرت ہے کوپ جل بھاشا بہتا نیر

(سنسکرت بندھا ہوا پانی ہے، بھاشا بہتا ہوا پانی ہے)

ہندوستان کی ان زبانوں کی داغ بیل انہیں بھکتوں کی ڈالی ہوئی ہے، اور ان کی ساکھیاں اور شبد (ملفوظات)، ان کے بھجن اور گیت، اب تک ان زبانوں کے تمغاے افتخار ہیں - ایک بات جس پر ویشنو بھکت بہت زور دیتے ہیں اور جس کو وہ بہت اہم سمجھتے ہیں دل کی صفائی اور من کا پریم ہے - ان کے نزدیک صداقت اور محبت کے مقابلہ میں

پوجا پاٹھ کی نمائش اور یوگ اور تپ کی ورزش بالکل ہیچ ہیں - اگر دل صاف ہے اور طالب صادق ہے تو ایشور کا ملنا آسان ہے، اگر دل صاف نہیں ہے تو مذہب کے دستور اور ریاضت کی سختی فضول اور بےکار ہیں - دنیا والے ان سے مرغوب ہو جائیں تو ہو جائیں مگر خدا نہیں ملتا -

---

ہندو مذہب کے اُصول

ہندو مذہب کی بنا ویدوں پر ہے، اور ویدوں کو ہندو کلام الٰہی سمجھتے ہیں - رِگ وید سب سے پرانا سمجھا جاتا ہے - ویدوں میں مختلف دیوتاؤں کا ذکر ہے، مثلاً اندر، اگنی، یم، ورن، وغیرہ - لیکن اسی کے ساتھ یہ خیال بھی موجود ہے کہ یہ متعدد دیوتا کسی ایک ذات میں مظہر ہیں، چنانچہ ایک مقام پر لکھا ہے کہ ایک ذات واحد کو رشی مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں - وہ اس کو کبھی اگنی کہتے ہیں، کبھی یم اور کبھی ماتَرِشْون - ویدوں سے آگے بڑھ کر جب ویدانت اور اُپنشدوں کے زمانہ میں حکیمانہ خیالات کا چرچا ہوا تو ہمہ ازوست سے گذرکر ہمہ اوست کے فلسفہ کی طرف رجحان ہوا، اور ہندو پرماتما اُور جیو آتما، خالق اور مخلوق کو ایک واحد شے سمجھنے لگے - موکش یا نجات کے معنی یہ قرار پائے کہ جیو آتما یا روح انسانی ترقی کرتے کرتے پرماتما میں مل جائے - جتنے مذہب کہ ہندوستان میں پیدا ہوئے ہیں، ہندو، بودھ، اور جین، وہ سب روح انسانی کو آوا گون یا تناسخ کے قانون کا تابع سمجھتے ہیں - ان کا عقیدہ ہے کہ روح لا زوال ہے - وہ صرف ایک ہی مرتبہ قالب خاکی اختیار کرکے دنیا سے الگ نہیں ہو جاتی، بلکہ جیسے اعمال

اس کے. ایک زندگی میں ہوتے ہیں ان کے مطابق اس کو دوسرا جنم لینا پڑتا ہے، اور یہ آوا گون کا سلسلہ لا متناہی ہے - گیتا کے دوسرے ادھیائے کے بائیسویں منتر میں کرشن جی فرماتے ہیں ‟ جیسے انسان پرانے کپڑے اُتار کر نئے کپڑے پہنتا ہے، ویسے ہی آتما پرانے جسموں کو چھوڑ کر نئے جسموں میں دخل کرتی ہے" - [بھگوت گیتا کا اردو ترجمہ از رائے بہادر پنڈت جانکی ناتھ مدن - پانچواں اڈیشن - صفحہ ۴۹ -] ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی اس طرح سنوارے کہ دوسرا جنم پہلے جنم سے بہتر ہو، اور دوسرے جنم میں اس کو ترقی کرنے کا اور زیادہ موقع ملے - غرض یہ ہے کہ ترقی کرتے کرتے روح اس درجہ پر پہونچ جائے کہ پھر اس کو دنیا میں جنم لینے کی ضرورت نہ رہے، اور اس کو موکش یا نجات کی پدوی (درجہ) مل جائے - ہندوستانی مذاہب کے عقائد کی بنیاد اسی آوا گون کے مسئلہ پر ہے، اور ہندو بَودھ اور جین تینوں کی زندگی اسی اصول کے تابع ہے - ان کی ہزاروں برس کی زندگی میں ان مذہبوں کے علم و عمل میں مختلف قسم کی تبدیلیاں ظہور میں آئیں، مگر یہ عقیدہ ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں اُن پر مسلط رہا - اس کے استحکام اور عام پسندی کی ایک بڑی وجہ غالباً یہ ہے کہ یہ دنیاوی پریشانیوں اور تکلیفوں کے لئے تشفی بخش وجوہ فراہم کر دیتا ہے - اگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بدکار شخص دنیا میں سرسبز ہے، یا ایک شریف اور نیک

آدمی مصیبت میں مبتلا ہے، تو ہم کو خواہ مخواہ اُلجھن ہوتی ہے کہ ایسی نامناسب اور بے جوڑ بات کیوں وقوع میں آئی؟ خالق ارض و سما نے اس ناانصافی کی اجازت کیوں دی؟ آوا گون کے ماننے والوں کی تشفی اس طرح ہو جاتی ہے کہ موجودہ جنم کی حالت، راحت ہو یا مصیبت، پرانے جنموں کے کرموں کا مجموعی نتیجہ ہے - انسان کا کوئی فعل ایسا نہیں کہ جو وقوع میں آئے اور اپنا نتیجہ نہ پیدا کرے - جو نیک آدمی اس وقت مصیبت میں مبتلا ہے اس کی مصیبت غالباً اگلے جنموں کی بدکاریوں کا نتیجہ ہے، اور جو برا آدمی آرام اور چین سے زندگی بسر کرتا ہے وہ اپنے پچھلے جنموں کے نیک اعمالوں کا فائدہ اُٹھا رہا ہے - ایک گروہ تو یہاں تک کہتا ہے کہ ترشنا یا خواہش انسان کے واسطے اس لئے مضر ہے کہ خواہش کے حصول کے لئے اس سے مختلف افعال سرزد ہوتے ہیں، اور ہر فعل اپنا اثر پیدا کرتا ہے، جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ روح کا تعلق دنیا سے مضبوطتر ہوتا جاتا ہے - افعال اچھے ہوں یا برے ان کے نتائج کو پورا کرنے کے لئے روح کو ضرور جنم لینا پڑے گا - لہذا اگر آوا گون سے نجات حاصل کرنی منظور ہے تو پہلی شرط یہ ہے کہ ترشنا یا خواہش کو ترک کیا جائے، اور اس ترک کے مسئلہ میں یہاں تک مبالغہ کیا گیا ہے کہ —

ترک دنیا ترک عقبیٰ ترک مولا ترک ترک

جہاں تک میں نے اس مسئلہ کو سمجھا ہے هندو یہ

نہیں کہتے کہ روح گذشتہ جنموں کے اعمال سے اس طرح جکڑی ہوئی ہے کہ نئے جنم میں اسے مطلق آزادی نہیں حاصل ہے - وہ سمجھتے ہیں کہ ایک حد تک ضرور ہر روح نئے جنم میں اپنے پرانے اعمال سے متاثر رہتی ہے، مگر اس حد کے اندر اس کو آزادی حاصل ہے - اس کو یوں سمجھئے کہ اگر کوئی شخص مفلس گھر میں پیدا ہوا ہے تو اس افلاس کا ایک حد تک اُس پر اثر پڑے گا، مگر اس حد کے اندر اس کو کوشش اور سعی کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے - یا کوئی شخص گرم ملک میں پیدا ہوا ہے اور کوئی سرد ملک میں، کوئی ایسے ملک میں جو آزاد ہے، کوئی ایسے ملک میں جو غیر قوم کے تابع ہے، ان حالتوں میں گرمی اور سردی، آزادی اور محکومی کا اثر ان اشخاص کی زندگی کو خاص خاص حدوں میں محدود کر دے گا، مگر ان حدوں کے اندر ان کو ترقی یا تنزل کا پورا اختیار ہے - ایک اور مثال اس کی شطرنج کا کھیل ہے - کھیلنے والا چند قواعد کا پابند ہے اور ان قواعد کی حد کے باہر نہیں جا سکتا، مگر قواعد کی حد کے اندر اس کو اپنی ذکاوت سے بازی جیتنے کا پورا حق حاصل ہے، جبر بھی ہے اور اختیار بھی؛ اور دونوں کے لئے حدود مقرر ہیں - یہ ہے مسئلہ جبر و اختیار کا حل جو ہندوستانی ذہانت نے دنیا کے رو برو پیش کیا ہے -

آوا گون یا تناسخ کی بنا پر حکماے ہند نے وجود انسانی کے ایک دلچسپ مگر نہایت دقیق عقد کے حل کرنے کی کوشش کی ہے - یہ مسئلہ ہے بجاے خود نہایت پرمغز اور

معنی خیز، اور غالباً اسي وجه سے دوسرے مذاهب میں بهي کبهي کبهي اس کا تذکره سنا جاتا هے - اسلام کے بهتر فرقوں میں ایک فرقه متناسخیه بهي تها جس کي نسبت صاحب غیاث‌اللغات لکهتے هیں کہ "متناسخیه گویند چون جان از قالب بر آید رواست کہ در کالبد دیگرے در آید" - [غیاث اللغات مطبوعه منشي گلاب سنگه، ۱۸۹۱ صفحه ۴۹۶] - ملک شام کے موجوده اسلامی فرقوں میں نصیري اور دروز تناسخ میں اعتقاد رکهتے هیں * -

مولانا روم کے مشہور اشعار هیں —

آمده اول به اقلیم جماد
وز جمادي در نباتی اوفتاد
سالها اندر نباتي عمر کرد
وز جمادي یاد ناورد از نبرد
وز نباتي چون به حیوان اوفتاد
نامدش حال نباتی هیچ یاد
جز همان میلے کہ دارد سوے آن
خاصه در وقت بهار ضیمران
همچو میل کودکان با مادران
سر میل خود نداند در لبان

---

* (1) Taylor: Primitive Culture, vol. II, p. 15. Fonrth edition. 1903. (Murray).

(2) Henri Lammens: Islam, pp. 168 and 172 (Methuen).

همچنین اقلیم تا اقلیم رفت
تا شد اکنون عاقل و دانا و زفت

(سوانح مولانا روم مولفه مولانا شبلي نعماني صفحه ۲۰۰)

ایک اور جگه فرماتے هیں :

تو ازان روزے که در هست آمدي
آتشي یا خاک یا بادي بدي
گر بدان حالت ترا بودي بقا
کے رسیدي مر ترا این ارتقا
از مبدل هستي اول نماند
هستي دیگر بجاے او نشاند
همچنین تا صد هزاران هستها
بعد یک دیگر دوم به از ابتدا

(سوانح مولانا روم مولفه مولانا شبلي نعماني صفحه ۱۵۶)

ایک اوو شعر بهي آپ کي طرف منسوب کیا جاتا هے —

هم چو سبزه بارها روئیده ام
هفت صد هفتاد قالب دیده ام

فارسی کا ایک دوسرا شاعر ابن یمین کهتا هے —

زدم از کتم عدم خیمه به صحراے وجود
از جمادي به نباتي سفرے کردم و رفت
بعد ازانم کشش نفس به حیواني برد
چون رسیدم بوے از وے گزرے کردم و رفت

بعد ازان در صدف سینۂ انسان بہ صفا
قطرۂ هستی خود را گہرے کردم و رفت
با ملائک پس ازان صومعہ قدسي را
گرد برگشتم و نیکو نظرے کردم و رفت
بعد ازان رہ سوے اُو بردم وچون ابن یمین
همہ او گشتم و ترک دگرے کردم و رفت
(شعرالعجم مصنفہ مولانا شبلی نعمانی حصہ دوم صفحہ ۲۰۳)

میں یہ نہیں کہتا کہ ان بزرگوں نے تناسخ کے مسئلہ کو بالکل اسي طرح مان لیا تھا جس طرح کہ هندؤوں کا آوا گون کا عقیدہ هے، مگر یہ کہنا هٹ دهرمي هے کہ ان اشعار میں اس مسئلہ کي جھلک نہیں دکھائي دیتي - انیسویں صدي میں بعض فرنگي حکما کا رجحان اس طرف تھا، اور تھیاسوفسٹ گروہ نے تو آوا گون کے مسئلہ کو ري انکارنیشن (Re-incarnation) کے نام سے اپنے عقائد میں شامل کر لیا هے -

اس جگہ شاید یہ ظاهر کر دینا بھی مناسب هوگا کہ گو هندو مختلف دیوي دیوتاؤوں کو پوجتے هیں لیکن ان کو مشرک سمجھنا غلطي هے - ویدوں میں ایک رشي نے کہا هے "ایک هستي هے جس کو لوگ مختلف طریقوں سے بیان کرتے هیں - کوئي آگنی کہتا هے، کوئي یَم، کوئي ماتَرِشْون" - کوئي هندو ایک سے زیادہ خدا کو نہیں مانتا - اُسے کسي نام سے پکارئے، ایشور کہئے یا بھگوان کہئے یا پرماتما کہئے، وہ ایک هي هے اور اس کا کوئي شریک نہیں

ہے - جاہل سے جاہل گنوار سے بھی آپ پوچھئے تو وہ یہی کہے گا دیوی دیوتاؤں کو وہ مانتا ہے، اوتاروں کی کتھائیں سنتا ہے، گانوں میں پیپل کے درخت کے نیچے پتھروں کو پوجتا ہے، مگر وہ خوب سمجھتا ہے کہ دیوی دیوتاؤں سے اوتاروں اور پتھر کے ٹکڑوں سے الگ اور پرے ایک ہستی ہے جو سب سے افضل ہے، جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے، جس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، جو دماغ میں نہیں سما سکتی، اور جس کی ہر شخص اپنے اپنے طریقہ سے پرستش کرتا ہے - ایکم برھمیوادویتیم एकं ब्रह्मैवाद्वितीयम् مشہور اور قدیم مقولہ ہے - اس کے معنی ٹھیک وہی جو الا اللّٰہ کے ہیں، یعنی برھم ایک ہے دوسرا نہیں - پنڈت بشن نراین در صاحب مرحوم کے ذہن میں غالباً یہی خیال تھا جب انھوں نے اپنی نظم "عظمت ہند" میں یہ شعر کہا تھا —

هم مقدم ہیں خبر ہم کو مؤخر کی تھی
جب کہ قرآن نہ تھا حافظ قرآن ہم تھے

شاید یہ کہا جاے کہ ہندؤں کے یہاں مختلف دیوی دیوتاؤں کی پوجا کا رواج ہے اور وہ بتوں کو پوجتے ہیں - اس طرح کے توہمات ہر مذہب کے پیرووں میں پائے جاتے ہیں - اسلام نے توحید کی کس سختی کے ساتھ تاکید کی تھی، تاہم مسلمانوں میں قبر پرستی اور پیر پرستی کا رواج ہے، اور ایسی رسمیں رائج ہیں جن کو مسلمان

علما بدعت سے تعبیر کرتے هیں اور جن کي مخالفت نجد کے وهابي اس زور شور سے کر رهے هیں - مسلمانوں میں ایک فرقه نصیریوں کا هے جو حضرت علی کو خدا مانتا هے - فرنگستان کے عسائیوں کے عقائد کي بنیاد تثلیث پر هے ' اور یوني‌تیرین (Unitarian) فرقه کے معدودے چند ممبر عیسائی کلیسا سے خارج سمجھے جاتے هیں - رومن کیتھولک مذهب والوں کے گرجاؤں میں برابر تصویریں رکھي جاتی هیں اور ان کے یہاں Saints یعني پیروں کي پرستش هوتي هے ' تاهم عسائیوں کو کوئي مشرک نهیں کهتا -

دوسرا اهم مسئله جو هندو مذهب سے وابسته هے ورن آشرم یا ذات کي تفریق کا هے جس کو انگریزي میں کاسٹ سسٹم (Caste System) کهتے هیں - غالباً شروع میں قومي غرور کي بنا پر یه تفریق پیدا هوئي هوگي جس طرح آج جنوبي افریقه اور امریکا میں اهل فرنگ حبشیوں سے نفرت کرتے هیں اور ان سے الگ رهتے هیں - اسي طرح هندوستان میں فاتح کي حیثیت سے داخل هوکر آریوں نے بھي اپني نخوت اور تکبر کا اظهار غیر آریه مفتوح قوموں کے مقابله میں کیا هوگا - یه تفریق کا پهلا زینه تھا - اس کے بعد قوم کے فرق سے گزرکر آریوں میں مختلف پیشه والوں کي مختلف ذاتیں قائم هو گئیں - پهلے پهل چار ذاتیں برهمن ' چھتري ' ویش ' شودر کے نام سے قائم هوئیں - اس کے بعد ذاتوں کي تعداد اس قدر بڑھی کہ آج ان کا شمار کرنا بھي مشکل هے - اگر ایک ذات کے لوگ کسي

وجہ سے اپنی آبائی سکونت چھوڑ کر کسی نئی جگہ جا بسے تو بس ان کی ایک نئی ذات قائم ہوئی اور اس گروہ نے اپنے تئیں اس ذات کے پرانے گروہ سے الگ کر لیا - ہندؤوں کا سوشل نظام ذاتوں کا ایک گورکھ دھندا ہے جس کے بدیہی دو اصول ہیں - ایک یہ کہ شادی ذات کے باہر نہیں ہو سکتی، اور دوسرے یہ کہ ایک ذات کا آدمی دوسری ذات والے کے ساتھ کھانے پینے سے پرہیز کرتا ہے، حتیٰ کہ بعض ذاتیں ایسی ہیں جو اچھوت کہلاتی ہیں اور جن کو وہ لوگ جو اپنے تئیں بزعم خود اونچی ذات والا سمجھتے ہیں چھونے سے بھی پرہیز کرتے ہیں - یہ تفریق موروثی ہے - نیچی ذات والا چاہے کیسا ہی قابل اور نیک کردار کیوں نہ ہو کبھی اونچی ذات میں ترقی نہیں پا سکتا، اور اونچی ذات والا کیسا ہی بدکردار کیوں نہ ہو اپنی ذات سے نیچے نہیں گرایا جا سکتا - کہا جاتا ہے کہ اس تفریق کے روحانی اسباب ہیں جس طرح دنیا میں ذہن، محنت اور تجربہ سے انسان درجہ بہ درجہ ترقی کر سکتا ہے اور چھوٹے درجے سے اونچے درجے پر پہونچ سکتا ہے اسی طرح روح آوا گون کے سلسلہ میں ذاتوں کے مختلف مدارج طے کر سکتی ہے - مثلاً جو روح غیر مہذب اور غیر تربیت یافتہ ہوگی وہ پہلے شودروں کی نیچی ذات میں پیدا ہوگی - اگر اس زندگی میں اس نے اچھے کرم کئے تو اس کا دوسرا جنم کسی اونچی ذات میں ہوگا، اور اسی طرح رفتہ رفتہ اس کو ترقی کا موقع ملے گا - مگر مشکل یہ ہے کہ اگر اقوال اور افعال

کی میزان میں تولی جائیں تو بہت سی برهمنوں کی روحیں شودروں سے بدتر اور بہت سی شودروں کی روحیں برهمنوں سے برتر نظر آویں‌گی - کیا اس کے یہ معنی هیں کہ عالم ارواح میں ایسی پریشانی اور برهمی پیدا هو گئی هے کہ روحیں اپنی قابلیت اور لیاقت کے مطابق اونچی نیچی ذاتوں میں جنم نہیں پاتیں ؟ اگر ایسا هے تو ذات کی تفریق کی روحانی بنیاد قائم نہیں رهتی، اور نہ دنیا کا سوشل نظام ذاتوں کی تفریق پر قائم رہ سکتا هے -

اس ذات کی تفریق کا هندو قوم پر جو اثر هوا وہ ظاهر هے - نہ صرف یہ کہ اس کی بنیاد سراسر ناانصافی پر هے، بلکہ اس کی وجہ سے هندؤوں کا شیرازہ بالکل بکھر گیا هے، اور هندو قوم پاشاں و پریشاں هو گئی هے - اتفاق اور یکجہتی، مل‌کر کام کرنے کی قوت، ان میں زائل هو گئی هے، اور ان کی هزاروں برس کی تاریخ میں قدم قدم پر هندؤوں کے سوشل نظام کی کمزوری محسوس هوتی هے -

تیسرا اصول آشرم دهرم کا هے - آشرم چار قائم کئے گئے هیں - اول برهمہ چرج یا طالب علمی کا زمانہ - اس زمانہ میں طالب علم کا فرض تھا کہ گرو کے یہاں رہ کر تعلیم حاصل کرے - اس کے بعد دوسرا آشرم گرهستی یا خانہ‌داری کا تھا جب کہ طالب علم تعلیم ختم کرکے شادی کرتا تھا اور دنیادار کی حیثیت سے زندگی بسر کرتا تھا - بڑھاپا آنے پر گھر بار چھوڑ کر وہ تیسرے آشرم میں داخل هوتا تھا اور وان پرستھ کہلاتا تھا - وان پرستھ کا فرض تھا کہ امور دنیوی سے کنارہ

کشي کرکے اپنا وقت روحاني زياضت ميں صرف کرے -
آخری درجه کا نام سنياس هے ، اور سنياسي دنيا کے تمام
تعلقات سے بري سمجھا جاتا هے - يه کهنا مشکل هے که
کوئی زمانه ايسا تھا که جب کل هندو قوم يا هندو قوم کا
بڑا حصه اس آشرم دهرم کا پابند تھا ، ليکن اس سے يه ضرور
معلوم هوتا هے که قوم کے رهبروں اور پيشواؤں نے کس طرح
کا آئيڈيل يعني معيار قوم کي رهنمائي کے واسطے بنايا تھا
اور فرائض انساني کي تعين اور تنظيم کيسے اچھے اصولوں
پر کي تھي - جاننے والے جانتے هيں که اب آشرم دهرم کي
پابندي يا تو هوتي هي نهيں يا نام کے واسطے هوتي هے -
لڑکوں کا جنيو ضرور کيا جاتا هے ، مگر محض اداے رسم کے
واسطے - برهم چرج کے اصول کي پيروي نام کو بھی نهيں
هوتي - بچپن ميں شادياں کر دي جاتي هيں اور طالب علم
بننے سے پهلے لڑکا دنيادار بن جاتا هے - سنياسيوں کے گروه
لاکھوں کي تعداد ميں موجود هيں ، مگر ان ميں هزار ميں
سے شايد ايک بھي دنيا سے بے تعلق نهيں - مهنت هيں ،
جاگيردار هيں ، گدی نشين هيں ، عيش و آرام سے زندگي بسر
کرتے هيں ، فسق و فجور ميں مبتلا هيں - اگر ان کا سوسائٹي
پر کوئي اثر هے تو يه که دوسروں کو گمراه کرتے هيں - هاں ،
ايک بات ضرور هے ، اور يه غالباً اسي آشرم دهرم کي تلقين
کا اثر هے جو هندوؤں کے رگ و پے ميں سرايت کر گيا هے
که باوجود رياکاري کي کثرت کے اب بھي امير سے امير اور
اونچے سے اونچے طبقے ميں کبھي کبھي ايسے لوگ نکل

آتے هیں جو دنیاوي تعلقات کو ٹهوکر مار کے سچے اور صحیح معنوں میں فقیرانه زندگي اختیار کر لیتے هیں - یه بات اهل فرنگ کے لئے غالباً ممکن نهیں -

چوتها اصول جس پر هندؤں کا اعتقاد هے اور جس پر' سب کا نهیں' تو بهت سے هندؤں کا عمل هے وہ اهنسا هے - هنسا کے معني هیں ایذا پهونچانا یا قتل کرنا' اور اهنسا کے اصول کي تلقین یه هے که کسي جاندار کو ایذا نه پهونچائي جاے - جین مت والے اس اصول کو سب سے زیادہ مانتے هیں - هندؤں میں کروروں آدمي غالباً ایسے هیں جو گوشت کهانا گناہ سمجهتے هیں - ویدوں کے زمانه میں قرباني کا بهت رواج تها' مگر بودھ مت اور جین مت کے اثر نے اس کو رفته رفته بهت کم کر دیا - هندؤں کے بعض فرقوں میں قرباني اب بهي جزو مذهب سمجهي جاتي هے' مگر هندو عام طور سے خصوصاً برهمن اور ویش قرباني اور هنسا سے پرهیز کرتے هیں' اور ان کو برا سمجهتے هیں - گوشت خوار فرقوں میں بهي گوشت نه کهانا افضل سمجها جاتا هے' اور ان میں بهي جن لوگوں کا رجحان مذهب کي طرف زیادہ هوتا هے وہ گوشت کهانا چهوڑ دیتے هیں - بعض لوگ اهنسا کي پابندي میں ضرورت سے زیادہ مبالغه کرتے هیں - سنا جاتا هے که مغربي هندوستان میں اهنسا کے ایسے پابند بهي هیں جو کهٹملوں کو نهیں مارتے' مگر رات کو اپنے تئیں ایذا سے بچانے کے لئے یه التزام کرتے هیں که دن کو مزدوروں کو اجرت دیکر چارپائیوں پر سلاتے هیں - کهٹمل ان

کا خون پی کر سیر ہو جاتے ہیں اور رات کو چارپائیوں کے مالکوں کو نہیں کاٹتے - گیتا میں کرشن جی کی تعلیم کچھ اور ہے - وہ فرماتے ہیں کہ ہر شخص کا دھرم اس کے لئے مقرر ہے، کسی شخص کو اپنا دھرم چھوڑ کر دوسرے کا دھرم نہ اختیار کرنا چاہئے - اور وہ ارجن کو جنگ کرنے کی ترغیب اس بنا پر دیتے ہیں کہ ارجن چھتری ہے اور حق کے واسطے لڑنا اور اپنے مخالفین کو قتل کرنا چھتری کا دھرم ہے - مجھے یاد آتا ہے کہ ایک مرتبہ اس مسئلہ کے متعلق ڈاکٹر اینی بسنت سے کسی نے بنارس میں یہ سوال کیا کہ شیر کو مارنا چاہئے یا نہیں - انہوں نے جواب دیا کہ تم گرہست ہو، اور ایسے موذی جانوروں کو قتل کرنا تمہارا فرض ہے، میں سنیاسی ہوں اور میرے یہاں سانپ تک کو مارنا منع ہے، مگر گرہست کا دھرم سنیاس کے دھرم سے الگ ہے - یہ بالکل صحیح ہے اور اگر یہ اصول مد نظر رکھا جاے تو اکثر غلط فہمیاں رفع ہو جائیں - میرے خیال میں ہندؤوں کے رسم و رواج میں بعض خرابیاں اس وجہ سے پیدا ہو گئی ہیں کہ گرہستوں کی زندگی میں سنیاس کے اصول داخل کر دئے جاتے ہیں اور دنیاداروں کا طریق عمل درویشوں کے معیار سے جانچا جاتا ہے -

ہر اصول، ہر عقیدے، ہر انسانی فعل کے واسطے لازم ہے کہ اس کا نفاذ حدود مقررہ کے اندر ہو، اور اس کی پابندی میں ایسا مبالغہ نہ کیا جاے جو عقل سلیم کے خلاف ہو، یا جو اصول کے مغز کو چھوڑ کر محض ظاہری نمائش کو

اپنا مسلک قرار دے - اهنسا کا اصول عمدہ هے ، مگر کسي اصول کي پابندي میں اس طرح کا مبالغہ کرنا ہمیشہ ضرر رساں هے ، کیونکہ ایسا کرنے سے اُس میزان تہذیب میں فرق آ جاتا هے جس کے قیام پر انساني تمدن کا دار و مدار هے - انساني تمدن مختلف اصول اور اعمال کا مجموعہ هے - هر اصول اور عمل اپني اپني جگہ پر صحیح هے ، مگر جب اپني جگہ سے گذر جاتا هے تو کل مجموعہ کو پریشان کرکے تمدن اور تہذیب کو بگاڑ دیتا هے -

هندو مذهب کا ایک اور نمایاں اصول رواداري یا ٹالریشن هے - هندؤوں کا عقیدہ هے کہ راستے مختلف هیں مگر منزل ایک هے - انسانوں کے مختلف گروہ مختلف طریقوں کو اختیار کرتے هیں ، مگر غرض و غایت سب کي ایک هے - عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود - خدا خالق کائنات هے - اس کا لطف و کرم اپنے سب بندوں پر هونا چاهئے - آفتاب کي حرارت ، چاندني کي ٹھنڈک ، موسموں کا تغیر ، کسي خاص گروہ کے لئے مخصوص نہیں - هاں ، یہ هو سکتا هے کہ کسي باغ کي آرائش گلاب اور چنبیلي سے هو ، اور کسي کي گل داؤدي اور گل نیلوفر سے - کہیں انگور اور انار پیدا هوں ، اور کہیں آم اور انجیر - لیکن یہ بات هندؤوں کي سمجھ میں نہیں آتي کہ خلاق عالم کسي ایک قوم کو ایک خاص مذهب کي تلقین کرے اور باقي اقوام کو کفر و جہالت میں مبتلا رکھے ، اور پھر ان کے واسطے اس کفر و جہالت کي سزا مقرر کرے - گیتا میں لکھا هے "جو لوگ جس طرح میرے پاس

آتے ہیں میں اسي طرح ان سے ملتا ہوں - اے ارجن، مَنُش لوگ ہر طرح میرے راستے پر آتے ہیں" - تاریخ عالم اس بات کي شاہد ہے کہ مذہب کي بنا پر دنیا میں جس قدر کشت و خون ہوا ہے شاید ہي کسی اور وجہ سے ہوا ہو - فرنگستان میں کیتھولک اور پروتسٹنٹ کے جھگڑے صدیوں تک قائم رہے، بادشاہوں میں جنگ و جدل ہوئي، صوبے کے صوبے اور ملک کے ملک ویران کئے گئے، پروتسٹنٹ کو کیتھولک جلاتے تھے، اور کیتھولک کو پروتسٹنٹ طرح طرح کي ایذائیں پہونچاتے تھے - اسلام میں بھي مذہبي عقائد کی بنا پر کافي خونریزي ہوئی ہے - سنی اور شیعہ، اشاعرہ اور معتزلہ کے جھگڑوں سے کون واقف نہیں ؟ مگر ہندؤوں نے ان باتوں کو روا نہیں رکھا - یہ تو کہنا مشکل ہے کہ کسي ذي اثر فرقہ نے یا کسي ذي اثر حاکم نے کبھي اور کسي حالت میں اپنے اثر یا اپنی طاقت کا بیجا استعمال نہیں کیا، لیکن اگر ایسا ہوا بھي تو اتنا کم کہ نہ ہونے کے برابر ہے - اور ہندؤوں کا یہ فخر بجا ہے کہ انہوں نے مذہبي اختلاف کي بنا پر کبھی خونریزي نہیں کي - آج کل بھي ہندو مسلمانوں کے جو قضئے سننے میں آتے ہیں اگر جرح و قدح کیجئے تو معلوم ہوگا کہ وہ مذہب کے جھگڑے نہیں ہیں، بلکہ ان کي تہ میں قومي نخوت اور تکبر یا کوئي سیاسي حکمت کام کر رہی ہے - مذہب کي بنا پر سختي اور جبر تو اس وقت ہوتا ہے جب کسي خاص مذہب کے پیرو اس بات پر تُل جاتے ہیں کہ ایک

انہیں کا مذہب خدا تک پہونچنے کا ذریعہ ہے، اور صرف وهي راز الهي کے امین هیں - جو لوگ ان عقائد سے هٹے هوئے هیں وہ خدا سے هٹے هوئے هیں، اور اس لئے سزا کے قابل هیں - جہاں تک عقائد مذهبی کا تعلق ہے هندؤوں کے یہاں پوری آزادي ہے، اور وہ عقائد کے اختلاف کي وجہ سے کسي کو گردن زدنی نہیں سمجھتے - انہوں نے محض نمائش کے لئے نہیں بلکہ در حقیقت، محض دماغ سے نہیں بلکہ دل سے، اس مفہوم کو سمجھا ہے -

زمانہ بھر میں ہے اس کا جلوہ کبھي کسی جا کبھي کسي جا
وهي ہے کاشي کے مندروں میں وهی دیار حجاز میں ہے

میں اس سے پہلے کہ آیا هوں کہ آوا گون کا عقیدہ هندو مذهب کا جزو اعظم ہے - جس وقت تک دنیا سے تعلق قائم ہے هر روح اپنے اعمال کے مطابق بار بار پیدا هوتي رهےگي، اور جس وقت تک یہ سلسلہ قائم ہے اس کو نجات ابدي حاصل نہیں هو سکتي - نجات یا مکتي کے یہ معني هیں کہ آوا گون کا سلسلہ ٹوٹ جاے، اور روح یا جیو آتما اس قید سے آزاد هو جاے - نجات حاصل کرنے کے تین خاص راستے هیں، ایک کرم، دوسرے گیان، تیسرے بھکتي - هندؤوں کي پراني کتابوں میں یگ اور قرباني کا ذکر آتا ہے، جس سے معلوم هوتا ہے کہ یگ کي مذهبي رسم آریوں سے مخصوص تھي اور وہ اس کو اپنے دنیاوي اور روحاني مقاصد کے حصول کے واسطے ضروری اور اهم خیال کرتے تھے - کرم یا کرم کانڈ کے راستہ سے یہ مراد ہے کہ مذهب نے جو طریقے پوجا پاٹھ یگ یا قرباني کے مقرر

کر دئے هیں اور جو قواعد زندگی بسر کرنے کے لئے منضبط
کر دئے هیں ان کی پابندي کي جائے - سندهیا، ترپن، تیرتهه
یاترا، مرنے جیئے کے سنسکار، سب اس میں شامل هیں - اس
اصول کے مطابق اخلاق اور دهرم کا جو دستور العمل پیشوایان
دین کي طرف سے کتب مقدسه میں مقرر کر دیا گیا
هے اس کي پابندی هر انسان پر لازم هے - اور یهي برکات
دنیاوی اور نجات روح کا وسیله هے - هر مذهب کي تاریخ
سے معلوم هوتا هے اور قیاس بتاتا هے کہ آریوں کے مذهبي
اِرتقاء میں بهي ایک زمانه وه آیا هوگا کہ جب اعتقاد میں
ضعف آ گیا هوگا اور پوجا اور یگ خلوص دل سے نهیں
بلکہ محض نمائش یا پابندی رواج کے واسطے کئے جاتے هوں گے،
آمد آورد سے بدل گئي هوگي اور فرائض مذهبي پر تصنع
کا رنگ چڑه گیا هوگا - اس وقت یه کها گیا کہ کرم کانڈ کا
طریقه ناقص هے اور اصلیت سے دور - انساني کمزوریوں کي
بنا اَوِدیا یا ناواقفیت هے - هم دیکهتے هیں کہ انسان اصلیت کي
طرف سے بے پروا هے اور دنیا کي حرص و هوا میں مبتلا -
فاني اور غیر فاني میں تمیز کرنا اس کے لئے مشکل هے - وه
نفس اماره کی اطاعت میں منهمک هے، اور جو چیز کہ ابدی اور
لازوال هے اس کي فکر نهیں کرتا - یه سب اس وجه سے هوتا هے
کہ انسان ناواقف اور جاهل هے - اس کي دوا یه هے کہ وه
گیان یعنی حقیقت کا علم حاصل کرے - گیان کے حاصل کرنے
کا ایک طریقه یوگ هے جس کا چرچا اور رواج هندوستان
میں عرصه سے هے - یه طریقه کرم کانڈ کی پابندیوں سے الگ

ہے اور اس کا خاص جزو ریاضت ہے، جس کا علم اور جس کا عمل یوگیوں ہي سے حاصل ہو سکتا ہے - یوگي مذہب کي ظاہری نمائش اور رسم و رواج کي پروا نہیں کرتا - وہ علم لدني اور رموز روحانی کا متلاشی ہے کیونکہ اسی علم و عمل کو ذریعۂ نجات سمجھتا ہے - یوگیوں کے متعلق بہت سي روایتیں مشہور ہیں، کوئي ہوا پر اُڑتا ہے، کوئي بغیر کھائے پئے صدیوں زندہ رہتا ہے، کوئي جب چاہتا ہے نظروں سے غائب ہو جاتا ہے، اور جب چاہتا ہے ظاہر ہو جاتا ہے، وقت اس کے قابو میں ہے اور بُعد منزل کي اس کے سامنے کوئي حقیقت نہیں - مگر یہ سب معجزے اور کرشمے جو عوام کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں سچے اور حقیقي یوگي کے سامنے بازیگر کے تماشے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے - اس کي ریاضت کا مآل ہے آوا گون سے آزاد ہوکر نجات ابدي حاصل کرنا - دوران ریاضت میں اگر اس کو یہ حیرت انگیز قوتیں حاصل ہو جاتي ہیں تو ہوں، وہ ان سفلی جھگڑوں میں پڑکر اپنے مقصد اعلیٰ کو نظر انداز نہیں کرتا، اور اپني تمام کوشش اور ہمت اسي مقصد کے حصول میں صرف کرتا ہے - یوگ کے متعلق دو باتیں اور کہي جاتی ہیں، اول یہ کہ یوگ کي راہ بہت کٹھن ہے اور اس میں قدم قدم پر غلطی اور لغزش کا اندیشہ ہے، لہذا کامیابی کی پہلي شرط یہ ہے کہ سچے اور کامل مرشد کي تلاش کی جائے اور ریاضت کے مدارج مرشد کے قدموں کے نیچے طے کئے جائیں - دوسرے یہ کہ چونکہ یوگی کو فوق العادۃ طاقتیں حاصل ہو جاتي ہیں جن کا نامناسب استعمال سوسائٹي کے واسطے

ضرر رساں ہے، اس لئے مرشد کو چاہئے کہ کسی کو چیلا بنانے سے پہلے اچھي طرح اس کی جانچ پرتال کر لے اور چیلا اسي کو بناوے جس کو اس کا اہل سمجھے۔ جس طرح ہم دنیا میں روز دیکھتے ہیں کہ ایک شخص پہلوان ہے مگر وہ اپني جسمانی قوت کا استعمال ناجائز کرتا ہے، غریبوں اور کمزوروں کو دھمکاتا ہے، اور ان پر ظلم کرتا ہے۔ یا کسی شخص کا ذہن نہایت رسا ہے، مگر وہ اس کو اچھے کام میں لگانے کی جگہ اس سے جعل اور فریب کے مقدمے تیار کرتا ہے۔ اسی طرح اگر یوگی کا اخلاق اعلیٰ نہیں ہے اور نفس امارہ اس کے قابو میں نہیں ہے، تو وہ یوگ سے حاصل کي ہوئي طاقتوں کا ناجائز استعمال کرے گا، خلق اللہ کو اذیت پہونچائے گا اور اپني روح کو تباہ کرے گا۔ اسي لئے گرو پر چیلے کي اہلیت کا امتحان لازمي کر دیا گیا ہے۔

ان کے علاوہ تیسرا راستہ بھکتي کا ہے۔ اس میں نہ پوجا پاٹھ کي پابندي ہے، نہ ریاضت کي ضرورت، محض عشق الٰہي کافي ہے۔ اگر عاشق صادق ہے تو محض اس کا عشق اس کي نجات کے واسطے کافي ہے۔ گیتا میں بھکتي کي تعلیم و تلقین ہے، اور ازمنہ وسطیٰ میں بنگال، مہراشٹر اور شمالي ہندوستان، میں جتنے ویشنو مہنت ہوئے، مثلاً رامانند، کبیر، نانک، چیتن، تکارام، وغیرہ، ان سب نے بڑے زور شور سے بھکتي کي، تلقین کي اور سچے بھکتوں کي پریم کے بھاؤ یعني محبت کے کیف کو یوگ کي ریاضت اور کرم کي پابندیوں سے افضل اور بارگاہ ایزدي میں مقبول‌تر بتایا۔

بھکتي کا مطلب محض زبان سے نہیں سمجھایا جا سکتا، کیونکہ وہ محویت اور وہ انبساط، وہ کیف اور وہ سرور

آن شرح ندارد کہ بہ گفتار در آید

یہ کافي نہیں کہ انسان بھکتي کی ماہیت کو منطق کے دلائل اور دماغ کي قوت سے سمجھ جائے، بلکہ ضرورت اس بات کي ہے کہ پریم اور محبت کے ولولہ اور جوش کو وہ اپنے جذبات دلي اور واردات قلبیہ میں اس طرح تبدیل کرلے کہ دونوں میں کوئي فرق نہ باقي رہے، اور کسی کي تعلیم و تلقین سے نہیں بلکہ اپنے ذاتي تجربہ سے عشق الٰهي کي حقیقت اس پر روشن ہو جائے - یہي وہ کیفیت ہے جس کا نام ہندؤوں نے جیون مکت رکھا ہے - یہي وہ کیفیت ہے جس کے متعلق فارسی کا اُستاد کہ گیا ہے —

آن را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

یہي وہ آنند یعنی سرور کي حالت ہے جس کو ایک عیسائي درویش نے ان الفاظ میں بیاں کیا ہے —

Peace that passeth understanding,

یعني آتما کی وہ شانتي اور وہ سکون قلب جو ادراک انساني سے بالاتر ہے - جس نے یہ پا لیا اس نے سب کچھ پا لیا - اس کو نہ پوجا پاتھ کي ضرورت ہے، نہ نماز روزہ کي - یوگ اور ریاضت اس کے لئے تحصیل حاصل ہے، اور ویدوں اور شاستروں کي تعلیم قطعي بے ضرورت - کیا عجب ہے کہ مولوي معنوي نے اسي کیفیت کو سمجھا ہو اور اسي کي طرف اشارہ کیا ہو؟

من ز قرآن مغز را برداشتم

استخوان پیش سگاں انداختم

بے شک مغز کے حصول کے بعد درویش استخواں سے بے نیاز ہو جاتا ہے - اسی سلسلہ میں مایا کا ذکر کر دینا بھی لازم ہے - مایا کے معنی ہیں دھوکا - بہت سے ہندؤوں کا عقیدہ ہے کہ روح اور خدا، جیو آتما اور پرماتما اصل میں ایک ہیں - دنیا محض فانی ہی نہیں ہے بلکہ ایک دھوکا ہے جو جیو آتما کو پرماتما سے الگ کرتا ہے - جس طرح قطرہ دریا سے الگ ہوکر دریا کو بھول جاتا ہے اور خودی کے گھمنڈ میں اپنی چھوٹی سی ہستی پر ناز کرنے لگتا ہے، اور اسی کو سب کچھ سمجھتا ہے، اسی طرح جیو آتما یا روح برھمہ یا خدا سے جدا ہو کر اپنی اصلیت کو بھول جاتی ہے اور مایا کے جال میں پڑ کر جو چیز فانی ہے، جس چیز کی کوئی اصلیت نہیں ہے اس کو غیر فانی اور اصلی سمجھنے لگتی ہے - اس ناواقفیت اور جہالت کو دور کرنے کے لئے ضرورت ہے گیان یا حقیقت کے علم کی - گیاں کے حاصل ہونے کے بعد مایا کا پردہ اُٹھ جاتا ہے، اور حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے - اسی گیان کے حاصل کرنے کے لئے کوئی پوجا پاٹھ کرتا ہے، کوئی کتابیں پڑھتا ہے، کوئی ریاضت کرتا ہے، مآل ہر ایک کا وہی ہے، یعنی مایا کے پردہ کو ہٹا کر برھمہ گیان یاحقیقت کے راز سے آگاہی حاصل کرنا اور جیو آتما کو مایا کے دھوکے سے آزاد کرکے پرماتما میں ملا دینا - اسی کا نام نجات ہے، اور اسی کا نام مکتی ہے - ع

عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا -

کبیر صاحب کے حالات

گیارھویں صدي عیسوي میں جنوبي ھندوستان میں ایک بزرگ رامانج نامي ھوئے ھیں - یہ ترچناپلي کے قریب سري رنگم میں رھتے تھے - انھوں نے ویدانت سوتر کي شرح لکھي جو ”سري بھاش“ کے نام سے مشھور ھے، اور شري سمپردائے کے نام سے ویشنوؤں کا ایک پنتھ چلایا جس کی بنیاد بھکتي پر ھے اور جس میں شریک ھونے کی عوام کو دعوت دي گئي - ذات کي تفریق تو توت نہ سکي مگر رامانج نے یہ ضرور کھا کہ نجات کا راستہ نیچ ذات والوں کے واسطے بھي اُسي طرح کھلا ھوا ھے جس طرح اونچي ذات والوں کے واسطے - روحانی معاملات میں وہ بخل کرنے کے قطعي خلاف تھے - بھکت مال میں لکھا ھے کہ ”جو اُپکار جگت کے واسطے سوامي رامانج نے کئے تحریر سے باھر ھیں - یہ مرکوز خاطر رھتا تھا کہ کسي طرح آدمي بھگوت کے سَنمُکھ ھووے - چنانچہ جب ان کے گُرو نے شرناگتي منتر اُپدیش کیا اور یہ ھدایت فرمائي کہ یہ منتر جو کوئي سنتا ھے پھر اس کو جنم نہیں ھوتا - تم کسي سے اس منتر کو نہ کھنا - تب سوامي جی نے یہ سمجھا کہ مجھ کو اگر گناہ عدم تعمیل گُرو کا ھووے تو عذاب دوزخ گوارا ھے، لیکن کسی طرح اس جھان کا بھلا ھو - اس واسطے منتر مذکور بہ آواز بلند لوگوں کو سنایا“ - [بھکت مال صفحہ ۴۹] - اس سے معلوم

ہوتا ہے کہ مذہبی معاملات میں وہ فراخ دل تھے اور ان کے خیالات اور ان کا راستہ عام ہندؤوں سے الگ تھا -

گُرو چیلے کے سلسلہ کا حساب لگایا جاے تو رامانُج کے بعد پانچویں پیڑھی میں رامانند پیدا ہوئے - ان کا زمانہ چودھویں صدی عیسوی کا اختتام اور پندرھویں صدی کا آغاز ہے - ان کی نسبت یہ مشہور ہے کہ ایک عرصہ تک تیرتھہ یاترا کرنے کے بعد جب گُرو کی خدمت میں واپس آئے تو ان کے ہم‌مذہبوں کو شک ہوا کہ سفر کے زمانے میں کھانے پینے کے وہ قیود جن کو وہ دھرم کا جزو لاینفک سمجھتے تھے رامانند سے پورے طور سے نہیں نبھہ سکے اس واسطے انھوں نے رامانند کو اپنے گروہ سے الگ کر دیا، اور رامانند نے اپنی سمپرداے علحدہ چلائی اور "از روے شاستروں کے یہ ثابت کیا کہ جو شخص بھگوت سرن ہوکر بھگوت بھکتی اختیار کرے تو اس کی نسبت پابندی برن آشرم کی فضول ہے - اس واسطے یہ طریق جاری کیا کہ جو کوئی ہر چہار برن والا کسی سمپرداے میں بھگوت سرن ہوکر بھگوت بھکتی اختیار کرے سب خور و نوش شامل ہو کچھہ خصوصیت برن یعنی قوم کی نہ رہے - اگرچہ اس باب میں احکام کثیر پائے جاتے ہیں لیکن دو ایک کا ترجمہ لکھا جاتا ہے - نارد پنچراتر میں لکھا ہے کہ جس طرح باپ اور گرو کے گوت سے اس آدمی کا گوت مشہور ہوتا ہے اسی طرح بھگوت بھکتی اختیار کرنے سے اچت یعنی بھگوت کا گوت ہو جاتا ہے - سو سب بھکت

باهمدگر بهائي هيں - اگست سنگهتا ميں لکها هے کہ جس طرح برهمچرج، گرهست، بان پرست، سنیاس، چار آشرم هيں، اسی طرح بهگوت بهکتي آشرم هے، يعني سب بهگوت بهکت ايک قوم هيں - بهاگوت ميں لکها هے کہ جو برهمن سب اپنے کرموں ميں سمادهان هے ليکن بهکت نهيں اس سے کوئی نيچ قوم جو بهکت هوے بهتر هے، اور ايک تصديق يه بهي هے کہ بهگوت نے بعد ختم هونے جگ راجه جدهشتهر کے بالسيک نيچ قوم کي به‌سبب بهگوت بهکتی کے سب برن آشرم والوں سے زياده عزت کري اور خاص رسوئي راجه جدهشتهر ميں بٹهلاکر دروپدي کے هاتهہ سے بهوجن کرايا - غرض اسي طرح کي بهت گواهي هيں - سو يه طريق جاري کرده رامانند جي کا ان اقوام ميں جو کہ دنيادار هيں مروج نهيں، اِلا جو قوم کہ دنيا کو چهوڑکر کسي سمپردائے ميں بهگوت سرن هوئي يعني برکت هوئی، ان ميں اب تک مستعمل هے" - [بهکت مال صفحه ۵۳] - رامانند جي نے اپنا متهہ بنارس ميں قائم کيا تها اور ان کے مشهور چيلوں ميں علاوه برهمنوں کے ايک مسلمان جولاهہ تها، ايک جاٹ، ايک چمار، اور ايک نائي - اب اس مسلمان جولاهہ کا حال سنئے -

کبير داس کي زندگي کے سوانح کسي مستند اور معتبر کتاب ميں نهيں ملتے - چودهويں پندرهويں صديوں کي تاريخيں چاهے وه کسي ملک کي هوں بادشاهوں کے حالات کے اور ان کے جنگ و جدال کے کارناموں سے بهري پڑي هيں - مؤرخ اکثر شاهي دربار سے وابسته هوتے تهے، قوم کے سوشل

حالات، تمدن کا ارتقا، مذاہب کا انقلاب، اِن باتوں کے سمجھنے اور لکھنے کی نہ ان کو فرصت تھی نہ لیاقت - میں تو کبیر کو خوش قسمت کہوں گا کہ ان کے زمانہ میں نہ سہی، ان کے مرنے کے کچھ عرصہ بعد سہی، مگر "آئین اکبری" میں اُن کا ذکر ان الفاظ میں ملتا تو ہے —

"برخے بر آنکہ کبیر موحد آنجا آسودہ بسا حقائق از زبان گفت و کردار او امروز درمیان است از فراخی مشرب و بلندی نظر مسلمانان و ھندو دوست داشتے و چون خامہ استخوان وا پرداخت برھمن بسوختن روے آورد و مسلمان بگورستان بردن" - [آئین اکبری - جلد دوم - مطبوعہ نولکشور پریس سنہ ۱۸۶۹ صفحہ ۸۲ -]

[بعض کا بیان ھے کہ کبیر موحد وھاں دفن ھے اور لوگ اس وقت تک اس کے اقوال اور اس کے حالات بیان کرتے ھیں - اس کے طریق کی وسعت اور اس کی نظر کی بلندی کی وجہ سے مسلمان اور ھندو دونوں اس کو دوست رکھتے تھے - جب وہ مرا تو برھمن اس کو جلانا چاھتے تھے اور مسلمان دفن کرنا -]

صاحب "دبستان مذاہب" نے کبیر کا ذکر بیراگیوں کے حال میں اس طرح شروع کیا ھے —

"کبیر جولاھہ نژاد کہ از موحدان مشہور ھندست بیراگی بودہ گویند کبیر در ھنگام مرشد جوئی پیش کاملان مسلمانان و ھندو رفت - انچہ می جست نیافت، سر انجام

یکے اورا دلالت بہ پیر روشن رواں راماند برہمن نمود"۔
[دبستان مذاہب - صفحہ ۲۰۰ -]

[کبیر جولاہہ کہ ہندوستان کے مشہور موحدوں میں ہے بیراگی تھا - کہتے ہیں کہ کبیر گرو کی تلاش میں مسلمان اور ہندو کاملوں کے پاس گیا - جو ڈھونڈھتا تھا نہ پایا، آخرکار ایک شخص نے پیر روشن دل راماند برہمن کی طرف اس کو توجہ دلائی -]

کبیر داس کی پیدائش اور موت کی تاریخوں تک میں اختلاف ہے - کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ - زمانہ جدید کے وقائع نگاروں کا اتفاق اس پر معلوم ہوتا ہے کہ سمبت ۱۴۵۵ میں پیدا ہوئے، اور سمبت ۱۵۷۵ میں وفات پائی - اس حساب سے ان کی عمر ایک سو بیس برس کی ہوتی ہے - وسکٹ صاحب نے غالباً اسی بنا پر کبیر صاحب کی پیدائش سنہ ۱۳۹۸ع میں، اور موت سنہ ۱۵۱۸ع میں بیان کی ہے - کبیر پنتھیوں میں ان کی پیدائش کے متعلق یہ پد مشہور ہے اور کبیر صاحب کے شاگرد رشید دھرم داس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے —

चौदह सौ पचपन साल गये चंद्रवार इक ठाठ ठये,
जेठ सुदी बरसायत को पूर्नमासी तिथि परघट भये ।

چودہ سو پچپن سال گئے چندروار اک ٹھاٹھ ٹھئے
جیٹھ سدی برسایت کو پورنماسی تتھی پرگھٹ بھئے

[چودہ سو پچپن سال گئے سوموار کے دن جیٹھ سدی پورنماسی کو ظاہر ہوے -]

بابو شام سندر داس صاحب کبیر گرنتھاولی کے دیباچہ میں لکھتے ھیں کہ "چودہ سو پچپن سال گئے" سے یہ مطلب ھے کہ سمبت ۱۴۵۵ ختم ھو چکا تھا، اور سمبت ۱۴۵۶ شروع تھا، کیونکہ حساب لگانے سے معلوم ھوتا ھے کہ سمبت سنہ ۱۴۵۵ میں جیٹھ کی پورنما سوموار کو نہیں پڑتی، ۱۴۵۶ میں البتہ پڑتی ھے - وفات کے متعلق دو تاریخیں بیان کی جاتی ھیں :

सम्बत पंद्रह सौ औ पांच मो मगहर कियो गमन, (۱)
अगहन सुदी एकादसी मिले पवन में पवन।

سمبت پندرہ سو آو پانچ مَو مگھر کیو گمن
اگھن سدي ایکادسي ملے پَوَن میں پَوَن

[سمبت پندرہ سو پانچ میں مگھر میں انتقال کیا -
اُگھن سدي ایکادشي کو ھوا میں ھوا مل گئي -]

सम्बत पंद्रह सौ पछतरा कियो मगहर को गवन, (۲)
माघ सुदी एकादसी रलौ पवन में पवन।

سمبت پندرہ سو پچھترا کیو مگھر کو گَوَن
ماگھ سدي ایکادسي رَلَو پَوَن میں پَوَن

[سمبت پندرہ سو پچھتر میں مگھر میں انتقال کیا -
ماگھ سُدي ایکادشي کو ھوا میں ھوا مل گئي -]

ان دونوں میں پندرہ سو پچھتر زیادہ صحیح معلوم ھوتا ھے -

یہ دیکھا گیا ھے کہ دنیا میں بڑے آدمیوں کے واقعات

زندگی میں اکثر خوش اعتقادی کا رنگ چڑھ جاتا ہے اور معمولی واقعات بھی نادر اور عجوبہ روزگار بناکر بیان کئے جاتے ہیں - اس لئے جاے تعجب نہیں ہے اگر کبیر کی پیدائش اعجاز اور کرشمہ کے لباس میں بیان کی جاتی ہے - کبیر پنتھ کے معتقد کہتے ہیں --

घन गरजे दामिनि दमकै बूंदें बरसैं झर लाग गये,

लहर तलाब में कमल खिले तहं कबीर परगट हुए।

گھن گرجے دامن دمکے بوندیں برسیں جھر لاگ گئے

لہر تلاب میں کنول کھلے تہاں کبیر بھانو پرگٹ ہوے

[بادل گرج رہا تھا بجلی کوند رہی تھی، مینھ برس رہا تھا، جھڑی لگی ہوئی تھی، لہر تالاب میں کمل کھلے تھے جس وقت کبیر سورج کی طرح ظاہر ہوئے -]

کبیر کی پیدائش کے متعلق سب سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ بنارس کا ایک مسلمان جولاہہ نیرو نامی اپنی بیوی نیما (نعیمہ) کے ساتھ جا رہا تھا، جب وہ لہر تالاب کے پاس سے گذرا تو اس نے تالاب کے کنارے ایک نو زائیدہ بچہ پڑا دیکھا - اس کو اس بیکس کے حال پر رحم آیا، اور گو نعیمہ بدنامی کے خیال سے جھجکتی تھی، مگر وہ بچہ کو گھر اُٹھا لایا، اور اس کی پرورش کرنے لگا - قاضی سے جب بچہ کے نام رکھنے کی فرمائش کی تو فال میں کبیر کا لفظ نکلا، اور بچہ اسی نام سے مشہور ہوا - یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کبیر ایک بیوہ برھمنی کے بطن سے پیدا ہوے تھے - ایک برھمن سوامی رامانند کے بڑے معتقد تھے اور ان کے درشن کرنے کو جایا

کرتے تھے - ایک روز اپنی بیوہ لڑکی کو بھی ساتھ لے گئے - جب لڑکی نے رامانند جی کو پرنام کیا تو انھوں نے اس کو دعا دی کہ تجھے بیٹا ہو - برہمن نے پریشان ہو کر لڑکی کے بیوہ ہونے کا حال بیان کیا رامانند جی نے کہا کہ میرا کہا بےکار نہیں جا سکتا - ایام مقررہ گزرنے کے بعد کبیر داس اس کے بطن سے پیدا ہوے - اس نے لوک لاج کے ڈر سے بچہ کو تالاب کے کنارے پھینک دیا جہاں سے وہ نبیرو اور نعیمہ کے گھر پہونچا - یہ روایات کبیر صاحب کی پیدائش کے متعلق سینہ بسینہ چلی آتی ہیں، اور یہ کہنا مشکل ہے کہ ان میں کتنا اصل واقعہ ہے اور کتنا مبالغہ - اگر یہ صحیح ہے کہ کبیر صاحب ایک ہندو عورت کے بطن سے پیدا ہوے مگر ان کی پرورش روز اول سے ایک مسلمان کے گھر میں ہوئی تو یہ ضرور کہا جاےگا کہ ان کی پیدائش اور پرورش کے یہ واقعات ان کی زندگی کا پیش خیمہ تھے، کیونکہ ہندوستان کی تاریخ میں کسی شخص کا نام نہیں لیا جا سکتا جس نے ہندو مسلمانوں کو ایک کرنے کی اور ان میں اتفاق اور یکجہتی پیدا کرنے کی کبیر صاحب سے زیادہ کوشش کی ہو -

کبیر صاحب نے اپنی زندگی کے بعض حالات اپنے کلام میں نظم کر دئے ہیں اور اسی وجہ سے یہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ذات کے جولاھے تھے، بنارس میں رہتے تھے، آخر عمر میں مگہر چلے گئے تھے، پڑھے لکھے نہ تھے اور رامانند کے چیلے تھے -

जात जुलाहा क्या करे हिरदै बसे गोपाल।

جات جولاهہ کیا کرے هردے بسے گوپال

[ذات کا جولاهہ هے تو کیا هوا ، دل میں گوپال
بسا هوا هے -]

तू बाम्हन मैं कासी का जोलहा, बूझो मोर ज्ञाना।

تو باهمن میں کاسی کا جولها بوجهو مور گیانا

[تو برهمن یعنی پنڈت هے میں کاشی کا جولاها هوں ،
میرے گیان کو تو سمجھ -]

सकल जनम सिवपुरी गंवाया, मरती बार मगहर उठ धाया।

سکل جنم شو پوری گنوایا مرتی بار مگهر اُٹھ دهایا

[ساری زندگی تو کاشی میں بیتی ، مرتے وقت مگهر
چلا گیا -]

कासी में हम परगट भये, हैं रामानन्द चिताये।

کاشی میں هم پرگٹ بهئے هیں رامانند چتائے

[کاشی میں هم پیدا هوئے هیں اور رامانند نے هم
کو رموز معرفت سے آگاہ کیا هے -]

मसी कागद छूयो नहीं, कलम गह्यो नहिं हाथ।
चार यो युग का महातम, मुखहिं जनाई बात।

مسی کاگد چهویو نهیں کلم گهیو نهں هاتھ
چار یو جگ کا مهاتم مُکھ هیں جنائی بات

[روشنائی اور کاغذ کبھی نہیں چھوا ، قلم کبھی ہاتھ میں نہیں لیا ، لیکن چاروں جگوں کے حالات میں نے زبان سے بیان کر دئے -]

لڑکپن ھی سے کبیر صاحب دنیا کی طرف کم اور خدا کی طرف زیادہ مائل تھے - ان کے عقائد ویدانتیوں اور صوفیوں کے سے معلوم ہوتے ہیں - دنیا دھوکا ہے ، اس سے منھ موڑکر معبود حقیقی کی طرف رجوع کرنا چاہئے - جس کو خدا مل گیا اس کو سب مل گیا ، بھکتی پریم یا عشق خدا کے ملنے کا سب سے عمدہ ذریعہ ہے ، اور یہ بلا تفریق ذات و مذہب ہر شخص کے امکان میں ہے - خدا ایک ہے ، اور ہندو مسلمان سب اس کے بندے ہیں ، مذہبوں کا فرق بے معنی ہے ، صفائے باطن اور طلب صادق حصول نجات کے لئے کافی ہیں - جوں جوں کبیر صاحب بڑے ہوئے عقائد کا یہ رنگ چوکھا ہوتا گیا اور وہ بھجن گاگا کر لوگوں کو اُپدیش دینے لگے ، مگر عوام ان کو نگرا یعنی بے پیر کہ کے چڑھاتے تھے - اعتراض یہ تھا کہ جس نے خود کسی گرو سے نصیحت نہیں حاصل کی وہ دوسروں کو کیا نصیحت کرے گا ؟ اس وجہ سے ان کو مرشد کی تلاش ہوئی - اس زمانہ میں بنارس میں سوامی رامانند جی سب سے بڑے مہاتما مانے جاتے تھے ، مگر دقت یہ تھی کہ کبیر مسلمان تھے اور ان کو یہ خیال تھا کہ رامانند مجھے چیلا نہ بناویں گے - کبیر نے یہ چال چلی کہ ایک روز علی الصباح گنگا کنارے گھاٹ کی ایک سیڑھی پر جا کر لیٹ رہے ،

رامانند جی جب حسب معمول نہانے کے واسطے آئے اور سیڑھیوں سے اُترنے لگے تو اچانک ان کا پاؤں کبیر کے سر پر پڑا - کبیر کلبلائے، رامانند جی کو جب یہ معلوم ہوا کہ ان کا پاؤں کسی انسان پر پڑ گیا ہے تو انھوں نے رام رام کہ کے اپنا پاؤں ہٹا لیا - رامانند تو اپنے راستہ چلے گئے مگر کبیر اسی دن سے اپنے تئیں رامانند کا چیلا کہنے لگے - جب رامانند کو اس کی خبر ہوئی تو انھوں نے کبیر کو بلاکر اس کی تحقیقات کی اور اصل واقعہ سے مطلع ہوکر کبیر کو گلے لگا لیا اور ان کو اپنے مریدوں کے زُمرہ میں داخل کر لیا -

رامانند کے مرید ہونے کے بعد بھی کبیر نے رسمی معنوں میں دنیا کو نہیں چھوڑا - جولاہہ کا پیشہ کرتے تھے، کپڑا بُنتے اور بازار میں جاکر بیچ آتے، کبھی کبھی سادھو سنتوں کو دے ڈالتے اور گھر خالی ہاتھ لوٹ آتے - دنیا میں رہ کر اور دنیاداری کے فرائض انجام دیکر کبیر صاحب درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے اور دل بہ یار دست بہ کار کے مصداق تھے - ان کی شادی بھی ہوئی تھی - شادی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب کبیر کی عمر ۳۰ برس کی تھی وہ ایک روز گنگا کنارے گھومتے پھرتے ایک بن‌کھنڈی بیراگی کی کُٹی کے پاس پہونچکر بیٹھ گئے - کچھ دیر بعد ایک ۲۰ برس کی لڑکی وہاں آئی اور اس نے پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں کبیر ہوں - پھر اس نے ان کی ذات پات کا حال پوچھا تب بھی انھوں نے

وهي جواب دیا، یعني "کبیر" - لڑکي نے کہا سنت تو یہاں اکثر آتے هیں مگر کسي نے ایسا نام اپنا یا اپني ذات کا نهیں بتایا، کبیر نے کہا کہ هاں یہ سچ هے - اتنے میں پانچ سنت آ پهونچے، لڑکی کُٹي میں سے دودھ لے آئي اور ایک ایک حصہ دودھ کا هر ایک کو دیا - کبیر نے اپنا حصہ زمین پر رکھ دیا - جب سنت اپنے اپنے حصہ کا دودھ پي چکے تو اُنهوں نے کبیر سے پوچھا کہ تم دودھ کیوں نهیں پیتے؟ کبیر نے کہا کہ گنگا پار سے ایک اور سادھو آ رها هے، میں نے یہ حصہ اس کے واسطے رکھ چھوڑا هے - لڑکي نے کہا آپ اپنا حصہ پي لیجئے، اس کے واسطے اور دودھ موجود هے - کبیر نے کہا هم شبداهاري هیں - اتنے میں وہ سادھو آ گیا اور دودھ اس کو دے دیا گیا - جب سنتوں نے لڑکي سے اس کا حسب نسب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ میرے ماں باپ نهیں هیں - میري پرورش ایک بن‌کھنڈي بیراگي نے کي تھي، اس کے مر جانے کے بعد اب میں اکیلي رهتي هوں - بیراگي کہا کرتا تھا کہ میں ایک دن گنگا جي میں اشنان کر رها تھا، ایک ٹوکري بہتے بہتے میرے بدن سے آن لگي، میں نے اسے کھول‌کر دیکھا تو اس میں ایک بچہ کپڑوں میں لپٹا هوا تھا - میں نے گھر لاکر اس کي پرورش کي اور اس کا نام لوئي رکھا - وہ لوئي میں هوں - پھر لوئي نے کبیر سے کہا "سوامی، مجھے کوئي ایسي بات بتائے جس سے شانتي حاصل هو - کبیر نے اس کو ست نام کي تعلیم دي - لوئي کبیر کے ساتھ چلی آئی اور اس کے گھر میں رهنے لگي - بعض اس کو کبیر

کی بیوی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوے، دوسرا گروہ کہتا ہے کہ کبیر اور لوئی میں زن و شو کا تعلق نہیں ہوا اور بچوں کا وجود کشف و کرامات سے بتاتا ہے - ایک مرتبہ کبیر نے دریا میں ایک بچے کی لاش دیکھی، انھوں نے اس کے کان میں کچھ کہا - بچہ رونے لگا اور زندہ ہو گیا - اسی طرح ایک دوسرے موقع پر کہا جاتا ہے کہ ایک پڑوسی کی لڑکی مر گئی تھی، کبیر صاحب والدین کی اجازت سے لاش اپنے یہاں لے آئے اور اس کو زندہ کر لیا - لوئی نے ان دونوں کی پرورش کی اور یہ کمال اور کمالی کے نام سے مشہور ہوئے - مگر کمال دنیا کا آدمی تھا اور کبیر کے نقطۂ نظر سے نااہل - اُسے کبیر کی روحانیت سے کوئی تعلق نہ تھا، اس سے انھوں نے کہا —

ڈوبا بنس کبیر کا اُپجا پوت کمال
ہری کا سمرن چھوڑ کے گھر لے آیا مال

[کمال کا سا لڑکا پیدا ہونے سے کبیر کا خاندان ڈوب گیا - کمال نے خدا کی یاد چھوڑی اور مال اپنے گھر لایا -]

کمالی کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ایک دن کنوے پر پانی بھر رہی تھی، ایک پیاسے برہمن نے اس سے پانی مانگا، پانی پی کر جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ کمالی جولاہے کی لڑکی ہے تو وہ بہت خفا ہوا اور کہنے لگا کہ تونے مجھے بے دھرم کر دیا - دونوں کبیر کے پاس آئے، کبیر نے برہمن دیوتا کو بتایا کہ آخر سمجھو تو پاک اور ناپاک کیا چیز ہے؟ سیکڑوں لاشیں اور

منوں پتیاں پانی میں سڑا کرتی ہیں ، کروروں آدمی زمین میں دفن ہیں ، اور اسی متی سے وہ برتن بنائے جاتے ہیں جن میں تم پانی پیتے اور کھانا کھاتے ہو - کھانا کھاتے وقت تم کپڑے اُتار ڈالتے ہو، صرف ایک دھوتی باندھے رہتے ہو ، مگر وہ دھوتی جلاہے کی بنی ہوئی ہوتی ہے - مکھیاں غلیظ اور مردار پر بیٹھتی ہیں اور وہاں سے اُڑکر تمہارے کھانے پر بیٹھتی ہیں - کیا تم ان کو روک سکتے ہو؟ اسی طرح کا ایک اور قصہ "دبستان مذاہب" میں درج ہے —

"گویند جمعے از برهمنان بر لب آب گنگ نشسته ستائش آن آب می نمودند کہ جمیع گناهان ازو شسته شود مقارن این کلام یکے از برهمنان آب خواست - کبیر کہ سخنان ایشان می شنید از جا جسته کاسه چوبین کہ باخود داشت پرآب کرده نزد برهمن برد - چون کبیر جولاهه نژاد بود کہ مردم فرومایه اند و برهمنان از دست این طائفه نه خورند و نیاشامند آب نه پذیرفت - کبیر گفت شما حال میفرمودند کہ بہ آب گنگ تن و روان را از آلائش گناه و وسخ ذنوب توان شست کہ همه را زائل می کند - هرگاه این آب ظرف چوبین مرا پاک نیارد کرد چندین ستائش را نه سزد" - [دبستان مذاهب - صفحه ۲۰۰ -]

[کہتے ہیں کہ کچھ برہمن گنگا کنارے بیٹھے ہوئے گنگا جل کی تعریف کر رہے تھے کہ اس سے سارے گناہ دھو جاتے ہیں - ان میں سے ایک نے پانی مانگا - کبیر ان کی باتیں سن

رہا تھا، اُٹھ کر گیا اور اپنا پیالہ پانی سے بھر کر برہمن کے پاس لے آیا - چونکہ کبیر جولاہہ تھا اور برہمن ان لوگوں کے ہاتھ کا چھوا ہوا کھاتے پیتے نہیں ہیں، اس برہمن نے پانی نہیں پیا - کبیر نے کہا آپ ابھی فرماتے تھے کہ گنگا جل سے گناہ کی گندگی سے بدن اور روح دھو جاتے ہیں - اگر یہ پانی میرے برتن کو بھی پاک نہیں کر سکتا تو اس تعریف کے قابل نہیں -]

بھکت مال میں لکھا ہے کہ "کبیر جی کاشی میں بھگوت بھکت ایسے ہوئے کہ جن کی بھکتی اور پرتاپ اور معجزات مشہور و زبان‌زد خلائق ہیں - جنھوں نے بھگوت بھکتی سے خلاف امور کو ادھرم جانا یعنی جوگ و جگ و دان و برت وغیرہ بلا بگھوت بھجن اور بھاؤ کے سب فضول اور ناحق تصور کئے اور فی الحقیقت شاستروں کا بھی مطلب خاص یہی ہے کہ دیگر سب سادھن یعنے جوگ، جگ، تپ، دان، وغیرہ مثل صفر کے ہیں، اور رام نام مثل ہندسہ کے ہے اگر رام نام کا ہندسہ موجود ہے تو وے جوگ، جگ، وغیرہ صفر رام نام کے ہندسہ پر ایزاد ہو کر سب دس گنے ہو جاتے ہیں، اور اگر رام نام کا ہندسہ نہیں تو سب وے صفر ناحق اور خالی از کار بلکہ بجائے ندارد کے ہیں، اور مطلب اس تحریر سے یہ ہے کہ جو سادھن ہو وہ واسطے حصول بھکتی اور محبت رام نام اور بھگوت کے ہو نہ برائے دیگر مزخرفات دنیوی و بہشت وغیرہ کے - کبیر جی نے ایک ایسا گرنتھ بنایا جس کو ہر فریق والا تسلیم کرے اور بلا تعصب واسطے مغفرت ہر ایک کے کار آمد ہو - بھگوت

بھجن بلا تزلزل کرنے والے ایسے تھے کہ بھجن کے روبرو برن آشرم دھرم سب ناچیز تصور کئے" - [بھکت مال - صفحہ ۲۳۹ -]

کبیر سے ہندو اور مسلمان دونوں ناخوش رہتے تھے - ہندو اس لئے کہ مسلمان ہوکر ہندو مذہب کی تعلیم و تلقین کا دعویٰ کرتے تھے، اور مسلمان اس لئے کہ وہ ہندو مذہب کے عقائد کی ثنا و صفت کرتے تھے - علاوہ بریں چونکہ کبیر صفائے باطن اور اصلاح قلب کے قائل اور عامل تھے وہ مذہب کے ظاہری پاکھنڈ اور رسم و رواج کے کھلے بندوں مذمت کرتے تھے، اور ہندو مسلمانوں کو یکساں پھٹکارتے تھے - مثلاً ملاحظہ ہو

संतो राह दोउ हम डीठा,
हिन्दू तुरुक हटा नहिँ मानें, स्वाद सबन को मीठा।
हिन्दू बरत एकादसी साधै, दूध सिँघाड़ा सेती,
अन को त्यागे मन नहिँ हटकै, पारन करे सगोती।
रोजा तुरुक नमाज गुजारे, बिस्मिल बांग पुकारे,
इनको भिस्त कहां ते होइ है, सांझे मुरगी मारै।
हिन्दू दया मेहर को तुरकन दोनों घट से त्यागी,
वे हलाल वे झटका मारैं, आग दुनो को लागी।
हिन्दू तुरुक की एक राह है, सतगुरु इहै बताई,
कहहिं कबीर सुनो हो सन्तो राम न कहेउ खुदाई।

سنتو راہ دوؤ ہم ڈیٹھا
ہندو تُرک ہٹا نہیں مانے سواد سبن کو میٹھا

ہندو برت ایکادسی سادھے دودھ سنگھاڑا سیتی
اَن کو تیاگے من نہیں ہٹ کے پارن کرے سگوتی
روجا تُرک نماج گجارے بسمل بانگ پکارے
ان کو بِہست کہاں تے ہوئی ہے سانجھے مُرگی مارے
ہندو دَیا مہر کو ترکن دونوں گھٹ سے تیاگی
وے حلال وے جھٹکا ماریں آگ دُنوں کو لاگی
ہندو ترک کی ایک راہ ہے ست گُرو اِہے بتائی
کہی ہی کبیر سنو ہو سنتو رام نہ کہے او کھودائی

[سنتو، ہم نے دونوں راستے دیکھے - ہندو مسلمان اپنی ہٹ سے نہیں مانتے، مزہ دونوں کا میٹھا ہے - ہندو ایکادشی کا برت رکھ کر دودھ سنگھاڑا کھاتے ہیں، اناج چھوڑتے ہیں، مگر من نہیں رکتا، گوشت کھاتے ہیں - مسلمان روزہ نماز کرتے ہیں، بسم اللہ کی بانگ لگاتے ہیں، ان کو کہاں سے بہشت ملیگی جو روز شام کو مرغی مارتے ہیں - ہندؤوں نے دل سے دَیا چھوڑ دی اور مسلمانوں نے مہربانی چھوڑ دی، وہ حلال کرتے ہیں، وہ جھٹکا مارتے ہیں، دونوں کو آگ لگی ہے - ست گُرو نے یہی بتایا ہے کہ ہندو مسلمانوں کی ایک راہ ہے - کبیر کہتا ہے کہ سنتو، سنو رام نہ کہو تو خدا کہو -]

روایت ہے کہ ہندو مسلمان دونوں نے تنگ آکر بادشاہ وقت سکندر لودی سے شکایت کی، اور بادشاہ نے ان کے مارے جانے کا حکم دیا - حکم کی تعمیل اس طرح کی گئی کہ کبیر

کو زنجیروں سے جکڑکر ایک ناؤ میں بٹھا دیا اور ناؤ میں پتھر بھر دئے - خدا کی قدرت دیکھئے کہ ناؤ ڈوب گئی اور کبیر مرگ چھالا پر بیٹھے پانی پر تیرتے نظر آئے - پھر پکڑے گئے، آگ میں ڈالے گئے، مگر اس آتشین غسل سے بھی ان پر آنچ نہ آئی - حکم ہوا کہ ہاتھی کے پاؤں سے کُچلے جائیں، مگر ہاتھی کو کبیر ایک مہیب شیر کی شکل میں نظر آئے اور وہ خود ڈرکر بھاگ گیا - کبیر صاحب کا ایک شعر بھی اس واقعہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے —

गंगा गोसाइनी गहिर गंभीर,
जंजीर बांध कै खरे कबीर।
मन न डगे तन काहे को डराये,
चरन कमल चित रहो समाये।
गंग की लहर मेरी टूटी जंजीर,
मृगछाला पर बैठे कबीर।
कह कबीर कोउ संग न साथ,
जल थल राखत हैं रघुनाथ।

گنگا گوسائنی گہر گنبھیر
جنجیر باندھ کر کھرے کبیر
من نہ ڈگے تن کاہے کو ڈرائے
چرن کمل چت رہو سمائے
گنگ کی لہر میری توتی جنجیر
مرگ چھالا پر بیٹھے کبیر

کہ کبیر کوؤ سنگ نہ ساتھ
جل تھل راکھت ہیں رگھوناتھ

[گنگا بہت گہری ہے، کبیر زنجیر میں بندھے کھڑے ہیں، دل مضبوط ہو تو تن کیوں خوف کھائے - میرے دل میں بھگوان کا قدم سمایا ہوا ہے، گنگا کی لہر سے میری زنجیر ٹوٹ گئی، کبیر مرگ چھالا پر بیٹھے ہیں - کبیر نہ کوئی سنگ ہے نہ ساتھ، تری اور خشکی میں رگھوناتھ حفاظت کرتے ہیں -]

کبیر صاحب کے کلام میں شیخ تقی کا نام کبھی کبھی آتا ہے، مثلاً —

घट घट में अबिनाशी, सुनो तकी तुम सेख,
گھٹ گھٹ میں ابناشی سنو تقی تم شیخ
[اے شیخ تقی، تم سنو، ہر دل میں لازوال (خدا) بستا ہے -]

मानिकपूर में कबीर बसै री,
मिदहत सुन सेख तकी केरी।
ओजी सुनी जौनपूर थाना,
भूंसी सुनी पीरन के नामा।
مانک پور میں کبیر بسے ری
مدحت سن شیخ تقی کے ری
اوجی سنی جونپور تھانا
جھونسی سنی پیرن کے ناما

[شیخ تقی کی تعریف سن کر کبیر کچھ دن مانک پور میں رہا، اس نے جونپور میں اوجی کا حال سنا، جھونسی میں اس نے پیروں کے نام سنے -]

مسلمان کبیر پنتھیوں کا خیال ہے کہ کبیر شیخ تقی کے مرید تھے اور ہندو سمجھتے ہیں کہ شیخ تقی اور کبیر سے مذہبی مباحثہ ہوا کرتا تھا - اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اپنی طول طویل سیر و سیاحت میں جس کا سلسلہ شاید بلخ تک پہونچا تھا کبیر صاحب کی صحبت صوفی منش بزرگوں سے رہی ہوگی، کیونکہ کبیر صاحب کے خیالات ان سے ملتے جلتے تھے، اور شیخ تقی غالباً اسی وضع کے کوئی بزرگ ہوں گے - وسکٹ صاحب کی رائے ہے کہ اس نام کے دو بزرگ تھے ایک کا مسکن الہ آباد اور فتحپور کے درمیان کڑا مانک پور کا قصبہ تھا، یہ ذات کے ندّاف اور فرقہ چشتیہ کے صوفی تھے، ان کی اولاد اس گرد و نواح میں اب تک پائی جاتی ہے - دوسرے شیخ تقی الہ آباد کے قریب جھونسی کے قصبہ کے رہنے والے تھے، اور فرقہ سہروردیہ کے صوفی تھے - ان کی قبر اب تک جھونسی میں پوجی جاتی ہے - کبیر صاحب کا کلام ظاہر کرتا ہے کہ ان کے دل و دماغ پر اسلام کا کافی اثر تھا، جہاں وہ اسلام کے بعض رسم و رواج کا مذاق اُڑاتے تھے وہیں اسلام کے بعض عقائد سے وہ ضرور متفق تھے - توحید کی تلقین، بت پرستی کی مذمت، ذات پات اور چھوت چھات سے انکار، جس طرح کبیر صاحب کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مروجہ ہندو مذہب سے اختلاف کرنے کی ضرور ایک وجہ یہ

تھي کہ ان باتوں میں انھوں نے اسلام کا اثر قبول کیا تھا -

पाहन पूजे हरि मिलें तो मैं पूजूँ पहार,

پاھن پوجے ھری ملیں تو پوجوں پہار

[اگر پتھر کے پوجنے سے ھري (خدا) ملے تو میں پہاڑ کو پوجوں -]

एक जोतिहिँ सब उपजा, कौन बहमन कौन सूदा,

ایک جوتي ھیں سب اُپجا کون باھمن کون سودا

[ایک نور سے سب پیدا ھوئے ھیں ، کون برھمن ھے اور کون شودر -]

कहे कबीर इक राम जपो रे, हिन्दू तुरुक न कोई।

کھے کبیر اک رام جپورے ھندو ترک نہ کوئي

[کبیر کہتا ھے ایک رام کو جپو ، نہ کوئي ھندو ھے نہ مسلمان -]

اور کبیر صاحب پر کیا موقوف ھے ، اسلام کے عقائد اور اسلام کی مثال کا اثر ھندؤوں پر شمالی ھندوستان میں عالمگیر تھا - مسٹر مہادیو گوبند راناڈے کي رائے ھے کہ شمالي اور جنوبي ھندوستان میں ھندؤوں کے بعض رسم و رواج میں جو بیّن فرق نظر آتا ھے ، خصوصاً شودروں اور اچھوتوں کے ساتھ شمالي ھندوستان میں جو کم سختی برتی جاتي ھے اس کی ایک وجہ یہ ھے کہ شمالي ھندوستان میں اسلام کا اثر گھرا اور دیرپا تھا - اور یہ کوئي تعجب کي بات نہیں - جب

تک انسان انسان ھے وہ اپنے گرد و پیش کے اثروں کو ضرور قبول کرے گا - ھندوستان کي تاریخ کو جن لوگوں نے غور سے پڑھا ھے اور اس ملک کے ھندو مسلمانوں کے مذھبي عقائد اور سوشل رسم و رواج کو اچھي طرح پرکھا ھے وہ جانتے ھیں کہ مسلمانوں کا ھندؤوں پر اور ھندؤوں کا مسلمانوں پر کیسا گھرا اور وسیع اثر پڑا ھے، یہاں تک کہ ایک فرنگي فلسفي کي رائے ھے کہ —

Sufism is the lyrical version of Vedanta.

[صوفي مذھب ویدانت ھے مگر غزل کي شکل میں -]

اس جگہ یہ بھي کہ دوں کہ کبیر صاحب پر عیسائي مذھب کا کوئي اثر نہ تھا اور نہ ھو سکتا تھا - وسکٹ صاحب نے دبي زبان سے اور سر جارج گریرسن نے امپیریل گزیٹیر آف انڈیا کي دوسري جلد میں کھل‌کر یہ فرمایا ھے کہ کبیر صاحب پر مذھبِ عیسوي کا اثر تھا - سر جارج گریرسن تو یہاں تک کہتے ھیں کہ انھوں نے نہ صرف اپنے عقائد بلکہ جن الفاظ میں ان عقائد کو بیان کیا، وہ بھي نسطوري عیسائیوں سے حاصل کئے تھے - میري رائے میں یہ دعوی اسي قدر بے بنیاد اور لغو ھے جس قدر بعض فرنگیوں کا یہ دعوی کہ سنسکرت کے ناٹک یوناني ناٹکوں سے نقل کئے گئے ھیں - اس میں شک نہیں کہ اِس وقت دنیا میں فرنگي اقوام کا تسلط ھے، نہ صرف ملک اور زمین پر، بلکہ دل و دماغ پر بھي - اس میں بھی شک نہیں کہ پچھلے تین سو برس میں مادّي دنیا میں فرنگیوں نے حیرت انگیز ترقي کي ھے،

لیکن اس کے معنی یہ ہرگز نہیں کہ دنیا میں جو کوئي چیز ہے وہ فرنگي ہے یا فرنگیوں کي نقل ہے - خود عیسائي مذہب نے بودھ مت اور ایشیا کے دیگر مذاہب سے جو کچھ سیکھا اس کا ذکر نہیں کیا جاتا، مگر جہاں اس کا وجود بھي نہیں وہاں عیسائي اثر کو خواہ مخواہ قائم کیا جاتا ہے - کبیر صاحب مذہبي آدمی تھے، اور ان کے کلام میں شروع سے آخر تک مذہب کا چرچا ہے، مگر عیسائي مذہب کا کہیں نام بھي نہیں - ان کے بیانات سے صاف واضح ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں اور ہندؤوں کے علاوہ کسي اور کے مذہب سے واقف نہ تھے:

(۱)
करता करतम बाजी लाई
हिन्दू तुरक दोई राह चलाई

کرتا کرتم باجي لائی
ہندو ترک دوئي راہ چلائي

(۲)
संतो राह दोउ हम डीठा
हिन्दू तुरक हटा नहीं जाने
स्वाद सबन को मीठा

سنتو راہ دؤو ہم ڈیٹھا
ہندو ترک ہٹا نہیں جانے
سواد سبن کو میٹھا

(۳)
अरे इन दोहुं राह न पाई
हिन्दुन की हिन्दुआई देखी, तुरकन की तुरकाई।

ارے ان دُوهن راہ نہ پائی
هندون کي هندوائي دیکھي ترکن کي ترکائي

مرنے سے کچھ دن پہلے کبیر صاحب بنارس سے مگہر چلے گئے تھے - عوام کا عقیدہ ھے کہ جو کاشي میں مرتا ھے اس کي مُکتي ھو جاتي ھے، اور مگہر کي نسبت یہ مشہور ھے کہ وھاں جو مرتا ھے اس کا دوسرا جنم گدھے کا ھوتا ھے - کبیر صاحب کو بھگوت پریم پر بھروسہ تھا اور اپني بھکتي پر ناز - وہ سمجھتے تھے کہ میرے عشق صادق نے مجھے ان جھگڑوں سے بےنیاز کر دیا ھے اور پرماتما ھر دم میرے ساتھ ھے - فرماتے ھیں --

क्या कासी क्या ऊसर मगहर राम हिरदै बस मेरा।
जो कासी तन तजे कबीरा रामै कौन निहोरा॥

کیا کاشي کیا اوسر مگہر رام هردے بس مورا
جو کاسي تن تجے کبیرا رامے کون نهورا

[کاسي ھو یا اوسر مگہر مجھے پروا نہیں، میرے دل میں رام بسا ھوا ھے، اگر کبیر کی موت کاشي میں ھوتي تو پھر رام کا کون سا احسان؟ مطلب یہ کہ کاشی میں جو کوئي مرتا ھے اس کي مکتي تو ھوتي ھي ھے، کبیر مرے تو اس کي مکتي بھی ھو جاےگي - ھاں، مگہر میں مروں اور مکتی ھو تو معلوم ھو کہ رام نے اپنے بھکت کي قدرداني کي -]

ایک نکتہ اور ذہن میں رکھنے کے قابل ہے کہ کبیر صاحب جب "رام" کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو ان کا مطلب آجودھیا کے رامچندر جی سے نہیں ہوتا بلکہ اسی ایک پرماتما سے ہوتا ہے جس کو وہ سرگن اور نرگن یعنی صفات اور ذات سے اعلیٰ اور ارفع جانتے ہیں۔

सकल जनम शिवपुरी गंवाया
मरती बेर मगहर उठ धाया।
बहुत बरष तप कीया कासी
मरन भया मगहर को बासी॥

سکل جنم شِوپوری گنوایا
مرتی بیر مگہر اُٹھ دھایا
بہت برکھ تپ کی آ کاسی
مرن بھیا مگہر کو باسی

[ساری زندگی شِوپوری (بنارس) میں صرف کی، مرتے وقت مگہر چلا گیا، بہت برس کاشی میں تپ کیا، مرتے وقت مگہر کا باشندہ بنا۔]

مشہور ہے کہ مرنے کے بعد کبیر صاحب کے ہندو اور مسلمان مریدوں میں جھگڑا ہوا۔ ہندو کہتے تھے کہ ہم لاش کو جلاوینگے، مسلمان کہتے تھے کہ ہم دفن کرینگے۔ جھگڑے نے طول کھینچا اور تلوار چلنے کو تھی کہ لاش کے اوپر سے چادر اُتھاکر جو دیکھا تو لاش کی جگہ پھولوں کا ایک ڈھیر نظر آیا۔ آدھے پھول مسلمانوں نے لیکر مگہر میں دفن کئے،

اور ان پر ایک مزار بنا دیا، باقي پھول ھندؤوں نے جلاکر بنارس میں لاکر دفن کئے اور اُن پر ایک مَتھ بنوا دیا جو کبیر چورے کے نام سے مشھور ھے -

چناں با نیک و بد عرفي بسر برکز پسِ مردن
مسلمانت بزمزم شوید و ھندو بسوزانک

منشی محمد خلیل انصاري صاحب نے مگھر کو خود جاکر دیکھا ھے - اپني کتاب کبیر جنم ساکھی مطبوعہ سنہ ۱۹۲۵ میں لکھتے ھیں :—

ریلوے استیشن مگھر سے قریب آدھ میل ھے - راستہ صاف نھیں ھے - مزار ایک پختہ چھاردیواري سے محدود ھے جس کے دو دروازے ھیں - احاطہ کے اندر چند مکانات شاگردپیشوں کے بنے ھوئے ھیں جو اب غیرآباد ھیں .... دو درخت زبردست اِملي کے کھڑے ھوئے مزار پر سایہ‌فگن ھیں - دو گاؤں شاھي وقت سے معافي مزار کے متعلق ھیں، ایک سِرموا معافي مسلمانوں کے اھتمام وصول تحصیل میں ھے، دوسرا موضع بِلوا ھندؤوں کے متعلق معافي ھے - اطیع‌الله و امانت‌الله مجاور مزار کے ھیں .... مزار کے برابر ایک دوسرا احاطہ بطور سمادھ کے بنا ھوا ھے جس میں ایک مستقل سادھو رھتا ھے - جو تحائف یا پرشاد ھندو لاتے ھیں اس کے پاس جمع ھوتے ھیں - ھم کو بھي اس

ہندو سادھو نے جس کا نام گیا داس ہے تھوڑی سی متھائی دی جو بطور تبرک کے تھی .... ۲۷ ماہ ربیع الثانی کو عرس ہوتا ہے .... ایسے ہی ایک میلہ ہندوؤں کی جانب سے ہوتا ہے - دور دور سے لوگ ہندو مسلمان آتے ہیں - دونوں مدفن برابر بنے ہوئے ہیں - احاطے جدا جدا ہیں ہندو کہتے ہیں کہ یہ مقام ہے جہاں ان کے پھول دفن کر دئے گئے، یا وہ غائب ہو گئے - مسلمان اپنے مزار کو مقام مدفن قرار دیتے ہیں - غرضکہ اپنے اپنے خیال سے کام لے رہے ہیں - دونوں دیہات کی معافیات سے خود بھی کھاتے پیتے ہیں اور صادر وارد کی بھی خاطر تواضع کرتے ہیں -

کبیر صاحب پر کیا موقوف ہے، ہر بڑے آدمی کے متعلق، خصوصاً ہر مذہبی پیشوا کی زندگی کے گرد عوام کا تخیل اور مریدوں اور چیلوں کی خوش اعتقادی اس قسم کے کشف و کرامات کی روایات جمع کر دیتی ہے - شاید اِن سے اس امر کا اظہار بھی مقصود ہوتا ہے کہ طالب صادق اگر اپنے محبوب کی تفتیش اور تجسُّس میں اپنے تئیں خاک میں ملا دیتا ہے تو پرماتما بھی اُس کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتا اور آڑے وقت سدا اس کے کام آتا ہے اور ہمیشہ اس کی مشکلکشائی کرتا ہے - بہر حال ان سنتوں اور مہاتماؤں کی زندگی کا اصلی سبق معجزوں اور کرامات کے قصوں سے نہیں حاصل ہوتا بلکہ ان کی اخلاقی اور روحانی تعلیم سے اور

اس سچی شہادت سے جو وہ اپنی زندگی اور اپنے تجربہ سے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں - کبیر صاحب کی لاش غائب ہو گئی ہو یا نہ غائب ہو گئی ہو، کبیر صاحب کے سامنے سے ہاتھی بھاگ گیا ہو یا نہ بھاگ گیا ہو، لیکن اس سے کون انکار کرے گا کہ اُنھوں نے اپنی پوری کوشش مکر و ریا، آڈمبر اور پاکھنڈ کے توڑنے، حق اور سچائی کے پھیلانے، اور ہندؤوں اور مسلمانوں، برہمنوں اور شودروں کو ایک کرنے میں صرف کی، اور ان کا شمار صاحبان معرفت اور مصلحان مذہب کی بزم نورانی کے بالانشینوں میں ہے - اہل ہند احسان فراموش نہیں ہیں، اور وہ اس سچے، نیک، اور نِڈر مہاتما کی گراں مایہ اور لازوال خدمت کو فراموش نہیں کرینگے -

کبیر صاحب جیسا کہ وہ خود اقرار کرتے ہیں پڑھے لکھے نہ تھے - اُنھوں نے لوگوں کے دلوں کو تیغ زبان سے تسخیر کیا تھا - ان کے مرنے کے بعد اُن کے مریدوں اور چیلوں نے ان کا کلام جمع کیا، اور اب ان کے نام سے بہت سی تصانیف چھپ گئی ہیں - وسکٹ صاحب نے ۸۲ کتابوں کی فہرست چھاپی ہے - اس میں نئی اور پرانی سبھی کتابیں ہیں، اور بعض کتابوں کے نام ایک سے زیادہ مرتبہ آ گئے ہیں - اجودھیا سنگھ جی اُپادھیاے کی کبیر بچناولی میں ذیل کی ۲۱ کتابوں کی فہرست درج ہے :

۱ — سکھ ندھان — सुख निधान

۲ — گورکھ ناتھ کی گوشٹی — गोरखनाथ की गोष्टि

۳ — کبیر پانجی	कबीर पांजी
۴ — بلخ کی رمینی	बलख़ की रमैनी
۵ — آنند رام ساگر	आनन्द राम सागर
۶ — رامانند کی گوشٹی	रामानन्द की गोष्टि
۷ — شبداولی	शब्दावली
۸ — منگل	मंगल
۹ — بسنت	बसन्त
۱۰ — ہولی	होली
۱۱ — ریختہ	रेख़ता
۱۲ — جھولن	झूलन
۱۳ — کَہرَا	कहरा
۱۴ — ھنڈولا	हिँडोला
۱۵ — بارہ ماسا	बारहमासा
۱۶ — چانچر	चांचर
۱۷ — چونتیسی	चौंतीसी
۱۸ — الف نامہ	अलिफ़नामा
۱۹ — رمینی	रमैनी
۲۰ — ساکھی	साखी
۲۱ — بیجک	बीजक

یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جو کلام سیکڑوں برس تک لوگوں کی زبان پر رہے گا اس میں لفظی تغیر و تبدل ضرور ہوا ہوگا - کہیں کہیں لکھنے والے نے بھی کچھ گھٹا بڑھا دیا ہوگا - لیکن کبیر صاحب کی تعلیم و تلقین کے اُصول ایسے

صاف اور صریح ہیں اور اُن کا بیان بار بار اس طرح پر ہوا ہے کہ کسی پڑھنے والے کو اُن کے متعلق کچھ شک و شبہہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی - سکھوں کے آدی گرنتھ میں جہاں اور سنتوں کا کلام ہے وہاں کبیر صاحب کا کلام بھی ہے - بیجک کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں - بابو شیام سندر داس صاحب نے دو قلمی نسخوں کی مدد سے "کبیر گرنتھاولی" کو ترتیب دیا ہے - الہ‌آباد کے بلویڈیر پریس نے "کبیر شبداولی" کے نام سے ایک کتاب چار حصوں میں چھاپی ہے اور ایک عیسائی پادری ریورنڈ احمد شاہ نے کبیر کی بیجک کا انگریزی ترجمہ شائع کیا ہے -

کبیر صاحب کي تعلیم اور تلقین

(۱) توحید

کبیر صاحب اپني تلقین میں دو باتوں پر بہت زور دیتے تھے ، ایک توحید ، دوسرے بھکتي - دنیا کا مالک ایک ھے ، اُس کا کوئي شریک نہیں ، اس کے سامنے دیوي دیوتاؤں کي کوئي حقیقت نہیں ، وہ اپنے بندوں سے محبت کرتا ھے ، اُس تک پہونچنے کے لئے محض سچے پریم کي ضرورت ھے ، کسی کي وساطت اور شفاعت درکار نہیں - جب ھمہ اوست کا رنگ غالب ھوتا ھے تو کہتے ھیں کہ خالق مخلوق میں ھے اور مخلوق خالق میں - یہ دونوں الگ الگ نہیں ھیں - اَودیا اور اگیان نے دوئي کا پردہ ڈال رکھا ھے - اگر جہالت کے بادل چھنٹ جائیں اور اہنکار (خودي) کي تاریکي دور ھو جائے تو چشم بینا کو ھمہ اوست کي حقیقت صاف نظر آنے لگے - وہ کہتے ھیں کہ مایا کي نقاب ھٹا دو اور معشوق ازل کي آرائش جمال کا معائنہ کرو -

साहब मेरा एक है, दूजा कहा न जाय, (।)
दूजा साहब जो कहूं, साहब खरा रिसाय।

صاحب میرا ایک ھے دوجا کہا نہ جاے
دوجا صاحب جو کہوں صاحب کھرا رساے

[میرا مالک ایک ہے - دوسرا نہیں کہہ سکتا - اگر دوسرا
مالک کہوں تو میرا مالک مجھ سے ناراض ہو جائےگا -]

(۲) जाके मुंह माथा नहीं, नाहीं रूप करूप,
पुहप बास से पातरा, ऐसा तत्त्व अनूप।

جاکے منہہ ماتھا نہیں نا ھیں روپ کُروپ
پُہپ باس سے پاترا ایسا تَتْو انوپ

[جس کے نہ منہہ ہے نہ ماتھا ہے ' نہ خوبصورت
ہے نہ بدصورت ' وہ ایک عجیب جوہر ہے پھول کی بو
سے بھی زیادہ لطیف -]

(۳) जनम मरन से रहित है, मेरा साहब सोय,
बलिहारी उस पीउ के, जिन सिरजा सब कोय।

جنم مرن سے رہت ہے میرا صاحب سوے
بلہاری اس پیو کے جن سِرجا سب کوے

[جو پیدائش اور موت سے آزاد ہے وہ میرا مالک
ہے ' اس محبوب کے قربان جس نے سب کو پیدا کیا -]

(۴) सोई मेरा एक तू, और नहि दूजा कोय,
जो साहब दूजा कहे, दूजा कुल का होय।

سوئی میرا ایک تُو اور نہیں دوجا کوے
جو صاحب دوجا کہے دوجا کل کا ہوے

[میرا ایک تو ہے ' دوسرا کوئی نہیں ہے ' جو دوسرا
مالک کہے وہ دوغلے خاندان کا ہے -]

सरगुन की सेवा करो, निरगुन का करो ज्ञान, (५)
निरगुन सरगुन से परे, तहीं हमारा ध्यान।

سرگن کی سیوا کرو نرگن کا کرو گیان
نرگن سرگن سے پرے تہیں ہمارا دھیان

[صفات کي خدمت کرو اور ذات کا علم حاصل کرو ' صفات اور ذات سے جو پرے ہے ہمارا دھیان وہاں ہے -]

तेरा साईं तुझ में बसे, ज्यों पुहुपन में बास, (६)
कस्तूरी का मृग ज्यों, फिर २ ढूंढे घास।

تیرا سائیں تجھ میں بسے جیوں پُہُوپن میں باس
کستوري کا مرگ جیوں پھر پھر ڈھونڈے گھاس

[تیرا مالک تجھ میں اس طرح ہے جس طرح پھولوں میں بو ' اور تو اُس کو اِدھر اُدھر تلاش کرتا پھرتا ہے جس طرح ہرن اس بات سے بے خبر ہوتا ہے کہ نافہ اس کے جسم میں ہے اور اِدھر اُدھر گھاس میں ڈھونڈتا پھرتا ہے -]

जा कारन जग ढूंढिया, सो तो घटहि मांहि, (७)
परदा दीया भरम का, ताते सूझत नांहि।

جا کارن جگ ڈھونڈیا سو تو گھٹ ھي مانھ
پردہ دي آ بھرم کا تاتے سوجھت نانھ

[جس کو تو دنیا بھر میں ڈھونڈتا پھرتا ہے وہ

تجھی میں ہے - شک کا پردہ پڑا ہے اس لئے سوجھتا نہیں -]

ज्यों तिल मांहि तेल है, ज्यों चकमक में आग, (८)
तेरा सांई तुझमें बसे, जाग सके तो जाग।

جیوں تِل ماهیں تیل ہے جیوں چکمک میں آگ
تیرا سائیں تجھ میں بسے جاگ سکے تو جاگ

[تیرا مالک تجھ میں اس طرح ہے جس طرح تِل میں تیل اور چقماق میں آگ - اگر تو جان سکے تو جان -]

ज्यों नैनन मां पूतरी, त्यों खालिक घट मांहि, (९)
मूरख लोग न जानहीं, बाहर ढूंढन जांहि।

جیوں نینن ماں پوتری تیوں کھالک گھت مانہ
مورکھ لوگ نہ جانہیں باہر ڈھونڈھن جانہ

[خالق دل میں اُسی طرح ہے جس طرح آنکھ میں پُتلی، بیوقوف جانتے نہیں، باہر ڈھونڈھتے پھرتے ہیں -]

तूं तूं करना तूं भया, मुझमें रही न हूं, (१०)
वारी तेरे नाम पर, जित देखूं तित तूं।

توں توں کرنا توں بھیا مجھ میں رہی نہ ہوں
واری تیرے نام پر جت دیکھوں تت توں

[تُو تُو کرتے کرتے میں تُو ہو گیا، مجھ میں خودی باقی نہیں رہی - تیرے نام کے قربان، جدھر دیکھوں تو ہی تو ہے -]

खालिक खळक, खलक में खालिक, (११)
सब घट रहो समाय।

کھالک کھلک، کھلک میں کھالک،
سب گھٹ رهو سماے

[خالق هے خلق میں' اور خلق هے خالق میں -
سبھوں میں وہ سمایا هوا هے -]

اسی خیال کو فارسي کا شاعر یوں نظم کرتا هے —

در حقیقت نسب عاشق و معشوق یکست
بوالفضولاں صنم و برهمنے ساختہ اند

हेरत हेरत हेरिया, रहा कबीर हेराय, (१२)
बूंद समाई समुद्र में, सेा कित हेरी जाय।

هیرت هیریا رها کبیر هراے
بوند سمائي سمدر میں سو کِت هیري جاے

[اے کبیر' ڈھونڈتے ڈھونڈتے ڈھونڈھنے والا آپ کھو گیا'
بوند سمندر میں سما گئي' تو کس طرح ڈھونڈی جاے -]

غالب نے بھي کچھ ایسا هي خیال نظم کیا هے —

هاں اهل طلب کون سنے طعنۂ نایافت
دیکھا کہ وہ ملتا نہیں اپنے هي کو کھو آے

कबिरा दुनिया देहरे सीस नवावन जाय, (१३)
हिरदै ही माँ हरि बसैं, तू ताहि ळव लाय।

کَبِرا دنیا دیہرے سیس نواوَن جاے
ہردے ھي ماں ھر بسیں تو تاھي لَو لاے

[اے کبیر، دنیا مندروں میں سر جھکاتي پھرتي ھے، ایشور دل میں ھے، تُو اُسي سے لَو لگا -!]

जैसे बट का बीज, ताहि में पत्र फूल फल छाया, (۱۴)
काया मध्ये बूंद बिराजे, बूंदे मध्ये काया।

جیسے بَٹ کا بیج تاھي میں پَتر پُھول پَھل چھایا
کایا مدّھے بوند براجے بوندے مدّھے کایا

[جیسے برگد کے بیج میں پتّا پھول پھل سایہ سب کچھ ھوتا ھے، بوند کے اندر جسم ھے، اور جسم کے اندر بوند -]

اس میں یہ نکتہ بھي ھے کہ برگد کا درخت بہت بڑا اور بیج بہت چھوٹا ھوتا ھے - اسي خیال کو ایک اردو شاعر نے نظم کیا ھے —

جو تخم میں مجمل ھے مفصل ھے شجر میں

मोको काहां ढूंढा रे बंदे, मैं तो तेरे पास में, (۱۵)
ना मैं देवल, ना मैं मसजिद, ना काबे कैलास में।

موکو کاھاں ڈھونڈھا رے بندے میں تو تیرے پاس میں
نا میں دیول نا میں مسجد نا کعبے کیلاس میں

[اے بندے، مجھے کہاں ڈھونڈتا ھے، میں تو تیرے پاس

ھوں، نہ میں مندر میں ھوں، نہ مسجد میں، نہ کعبہ میں، نہ کیلاش میں -]

(۱۶)

कर्त्ता है एक अगम है आप,
वाके कोई माई ना बाप।
कर्त्ता को नहीं बंधु औ नारी,
सदा अखंडित है अगम अपारी।
कर्त्ता कुछ खावे ना पीवे,
कर्त्ता कबहुं मरे ना जीवे।
कर्त्ता के कुछ रूप न रेखा,
कर्त्ता के कुछ बरन न भेषा।
जाके जात गोत कछु नाहिँ,
महिमा बरन न जाय मो पाहिँ।
रूप अरूप नहिँ तेहि नांव,
बरन अबरन नहिँ तेहि ठांव।
कहें कबीर बिचारि कै जाके बरन न गांव,
निराकार और निरगुना पूरन है सब ठांव।

کرتا ھے ایک اگم ھے آپ
واکے کوئی مائی نا باپ
کرتا کو نہیں بندھو او ناری
سدا اکھنڈت ھے اگم اپاری
کرتا کچھ کھاوے نا پیوے
کرتا کبھوں مرے نا جیوے

کرتا کے کچھ روپ نہ ریکھا
کرتا کے کچھ برن نہ بیکھا
جاکے جات گوت کچھو ناھیں
مہما برن نہ جاے مو پاھیں
روپ اروپ نہیں تےھي نانوں
برن ابرن نہیں تےھي تھانوں
کہیں کبیر بچار کے جاکے برن نہ گانوں
نراکار اور نرگنا پورن ھے سب تھانوں

[کرتا یا خالق اگم ھے، اس تک پھونچنا محال ھے- وہ اتھاہ ھے، وہ آپ سے ھے، نہ اس کے ماں ھے نہ باپ- نہ اس کے بھائي ھے نہ بیوي- وہ ھمیشہ سے ھے، اس کے تکڑے نہیں ھو سکتے- وہ اتھاہ ھے اور اس کي کوئي حد نہیں ھے- نہ وہ کھاتا ھے، نہ پیتا ھے، نہ مرتا ھے، نہ جیتا ھے- نہ اس کي شکل ھے نہ صورت، نہ اس کا رنگ ھے نہ بھیس، نہ ذات ھے نہ گوتر- میں اس کی تعریف نہیں کر سکتا- نہ خوبصورت ھے نہ بدصورت، نہ اس کا کچھ نام ھے، نہ رنگیں ھے نہ بے رنگ، نہ اس کي کوئي جگہ ھے- کبیر بچار کے کہتے ھیں کہ نہ اس کي کوئي ذات ھے نہ کوئي مقام، نہ اس کي شکل ھے، نہ اس کے صفات ھیں- وہ کامل ھر جگہ موجود ھے-]

کبیر صاحب بُت پرستي اور مُورتي پوجا کے سخت خلاف ھیں- اس سے زیادہ اور کوئي کیا کہے گا ؟

पाहन पूजे हरि मिलैं, तो मैं पूजूं पहार, (१७)
ताते यह चाकी भली, पीस खाय संसार।

پاهن پوجے هری ملیں تو میں پوجوں پهار
تاتے یہ چاکی بهلی پیس کهاے سنسار

[اگر پتھر پوجنے سے خدا ملتا، تو میں پہاڑ کو پوجتا۔ اس سے تو یہ چکی اچھی جس سے لوگ پیس کر کھاتے ہیں، یعنی چکی کا پتھر کسی کام تو آتا ہے، مورتی تو کسی کام نہیں آتی۔]

دنیا بدگمانوں اور مذاق اُڑانے والوں سے خالی نہیں۔ یہ ظالم نہ بندہ کو چھوڑتے ہیں نہ خدا کو، نہ انسان کو نہ پرماتما کو۔ ستم ظریف کہتے ہیں کہ بُت پرست اور موحد میں سگن اُپاسنا اور نرگن اُپاسنا میں کون سا بڑا فرق ہے؟ اصلیت دونوں کی ایک ہے۔ بت پرست اپنے ہاتھ سے اپنا خدا تراشتا ہے۔ موحد اپنے تخیل سے، اپنے دماغ سے، اپنا خدا خلق کرتا ہے۔ ہر حالت میں اپنے معبود کا خالق انسان ہے۔ موحد کو اختیار ہے کہ وہ اپنی انانیت کی تشفی کے لئے کہہ لے کہ وہ بت پرست سے برتر ہے، مگر سچ پوچھئے تو یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹّے بٹّے ہیں اور بنیاد ان کی انسانی کمزوری اور ضعیف الاعتقادی پر ہے۔ خیر، یہ دوسرا قصہ ہے۔ اس کو جانے دیجئے اور نفس مطلب کی طرف رجوع کیجئے۔

کبیر صاحب پیر اور اولیا کو بھی نہیں مانتے۔

कर्त्ता एक और सब बाजी, (۱۸)
ना कोई पीर मसायख काजी।

کرتا ایک اور سب باجی
نا کوئی پیر مسائکھ کاجی

[کرنےوالا ایک ھے اور سب کھیل ھے - نہ کوئی پیر
ھے، نہ مشائخ، نہ قاضی -]

कबिरा सोई पीर है जो जाने पर पीर, (۱۹)
जो पर पीर न जानिए सो काफिर बे पीर।

کَبِرا سوئی پیر ھے جو جانے پر پیر
جو پر پیر نہ جانئے سو کاپھر بے پیر

[کبیر وھی پیر ھے جو دوسروں کی تکلیف کو جانے،
جو دوسروں کی تکلیف نہیں جانتا وہ کافر بےپیر ھے -]

کبیر صاحب اَوتاروں کو بھی نہیں مانتے - اُن کا معبود مکان اور زمان کی قید سے آزاد ھے - ان کا یہ عقیدہ ھے کہ نِرگن کے واسطے سرگن باعث حجاب ھے اور پرستار صفات ادراک ذات سے محروم رھتے ھیں -

तेहि साहब के लागू साथा, (۲۰)
दुई दुख मेट के होहु सुनाथा।
दसरथ कुल अवतरि नहिँ आया,
नहिँ लंका के राय सताया।
नहिँ देवकी के गरभहिँ आया,

नहिँ जसोदा गोद खिळाया।
पृथ्वी रमन दमन नहिँ करिया,
बैठ पताल नहीं बलि छलिया।
नहीं बळिराय सों मांडी रारी,
नहि हिरनाकस वघल पछाड़ी।
रूप बराह धरन नहि धरिया,
छत्री मार निछत्री न करिया।
नहि गोबरधन कर पर धरिया,
नहि गोवाल संग बन बन फिरिया।
गंडक शाळिग्राम न शेळा,
मत्स्य कच्छ है नहिँ जल हेळा।
द्वारवती में शरीर न छांड़ा,
ले जगन्नाथ पिँड नहि गाड़ा।
कहहिँ कबीर पुकारि कै वा पंथे मत भूळ,
जे हिय राखे अनुमान करि थूल नहि अस्थूल।

تے ھي صاحب کے لاگو ساتھا
دوئي دکھ میٹ کے ھو ھو سناتھا
دسرتھ کل اوتري نہیں آیا
نہیں لنکا کے راے ستایا
نہیں دیوکي کے گربھ ھیں آیا
نہیں جسودا گود کھلایا
پرتھوی رمن دمن نہیں کریا
بیٹھ پتال نہیں بلي چھلیا

نهیں بلي راے سوں مانڌي داري
نهیں هرناکس بگهل پچهاڑي
روپ براه ڌهرن نهیں ڌهریا
چهتري مار نچهتري نه کریا
نهیں گوبرڌهن کر پر ڌهریا
نهیں گوال سنگ بن بن پهریا
گنڈک شالگرام نه شیلا
متسیه کچهه هوے نهیں جل هیلا
دواروتي میں شریر نه چهانڑا
لے جگنناتهه پنڈ نهیں گاڑا
کهي هي کبیر پکارکے وا پنتهے مت بهول
جے هي راکهے انومان کري تهول نهیں استهول

اس نظم میں کبیر داس جي آوتاروں کے وجود سے صاف صاف انکار کرتے هیں - وه مختلف اوتاروں کا اور ان کے کارناموں کا ذکر کرتے هیں - رامچندر جي اور لنکا کي فتح ، کرشن جي اور گوبرڌهن کا اُتهانا اور گوالوں کے ساتهه پهرنا ، پرسرام جي کا چهتریوں کو مارنا ، بامن آوتار کا راجه بلی سے پرتهوي دان میں حاصل کرنا ، وغیره ، وغیره ، اور آخر میں کهتے هیں که آوتاروں کے پنتهه کے جهگڑوں میں مت پڑو - ایشور جو هے وه تهول یعني ساکار یا شکل و صورت رکهنے والا نهیں هے بلکه استهول یعني نراکار هے -]

दस अवतार ईश्वरी माया कर्त्ता के जन पूजा , (२१)

कहे कबीर सुनो हो संतो उपजे खपे सो दूजा।

دس اوتار ایشوري مایا کرتا کے جن پوجا

کہے کبیر سنو ھو سنتو اُپجے کھپے سو دوجا

[دس اوتار ایشور کي مایا ھیں جن کو لوگ کرتا سمجھ کے پوجتے ھیں - جو پیدا ھوتا ھے اور مرتا ھے وہ کوئي دوسرا ھے - میرا ایشور نہیں ھے -]

کبیر صاحب رام کا ذکر کرتے ھیں - مثلاً

राम का नाम चौ बेद का मूल है।

رام کا نام چو بید کا مول ھے

[رام کا نام چاروں ویدوں کی جڑ ھے -]

निरगुन राम निरगुन राम जपो रे भाई।

نرگن رام نرگن رام جپو رے بھائي

[بھائیو، نرگن رام کو جپو -]

مگر ان کا مطلب اجودھیا کے رامچندر جي سے نہیں ھوتا، بلکہ اُسي ذات واحد و لاشریک سے جس کو وہ رام، رحیم، اَچھے پُرُس، وغیرہ کہتے ھیں -

(۲۲) दसरथ सुत तिहुं लोक बखाना,

राम नाम का मरम न जाना।

دسرتھ سُت تِہوں لوک بکھانا

رام نام کا مَرَم نہ جانا

[دسرتھ کے بیٹے کا ساري دنیا میں بیان هوتا
هے - رام نام کے بھید کو کوئي نہیں جانتا -]

وہ سواے اس ایک ذات کے کسی چیز کي کچھ حقیقت
نہیں سمجھتے -

नाम बिना बेकाम है छप्पन कोट बिलास, (۲۳)
का इंद्रासन बैठ लो का बैकुंठ निवास।

نام بنا بے کام هے چھپن کوٹ بلاس
کا اندراسن بیٹھ لو کا بیکنٹھ نواس

[نام کے بغیر چھپن کرور سُکھ بےکار هیں، چاهے اِندر
کے تخت پر بیٹھو چاهے بیکنٹھ میں رهو -]

लूट सके तो लूट ले सत् नाम की लूट, (۲۴)
पीछे फिर पछतावगे प्रान जायेंगे छूट।

لوٹ سکے تو لوٹ لے ستّ نام کي لوٹ
پیچھے پھر پچھتاؤگے پران جائیں‌گے چھوٹ

[ست نام کی لوٹ جهاں تک بنے لوٹ لو، ورنہ
مر جاؤگے تو پچھتاؤگے -]

दीपक जोया ज्ञान का देखा अपरम देव, (۲۵)
चार बेद की गम नहीं जहां कबिरा सेव।

دیپک جویا گیان کا دیکھا اپریم دیو
چار بید کي گم نہیں جهاں کبیرا سیو

[گیان کا چراغ جلاکر بھگوان کو دیکھا - جہاں کبیر سیوا کرتا ہے وہاں چاروں ویدوں کی پہونچ نہیں ہے -]

(۲) بھکتي اور پریم

بھکتي کبیر صاحب کا خاص مضمون ہے، اور اس کے بیان سے وہ کبھی نہیں تھکتے - بار بار مختلف اور متعدد طریقوں سے اس کو بیان کرتے ھیں - کبھي خدا کو مالک اور اپنے تئیں بندہ کہتے ھیں، کبھی عاشق و معشوق، کبھي دُلھا دُلھن کا رشتہ قائم کرتے ھیں، یہاں تک کہ اپنے تئیں رام کا کُتّا کہتے ھیں، اور خوش ھوتے ھیں - یہي رنگ صوفیوں کا ھے ملاحظہ ھو —

"میر تقي میر نے اپنی خود نوشتہ سوانح عمري میں جس کا نام "ذکر میر" ھے لکھا ھے کہ ان کے والد جو ایک صوفي منش بزرگ تھے اور شب و روز یاد الٰھي میں مصروف رھتے تھے عالم محویت میں فرمایا کرتے تھے: —
اے پسر عشق بورز - عشق است کہ دریں خانہ متصرف ست - اگر عشق نمي بود نظم کل صورت نہ مي بست - بے عشق زندگي وبال ست - دل باختہ عشق بودن کمال ست - عشق بسازد عشق بسوزد در عالم ھرچہ ھست ظھور عشق است، آتش سوز عشق است، باد اضطراب عشق است - آب رفتار عشق ست - خاک قرار عشق است - موت مستی عشق است - حیات ھشیاري عشق است - شب خواب عشق است - روز بیداري عشق است - مسلم جمال عشق است - کافر جلال عشق است - صلاح قریب عشق است - گناہ بُعد عشق است -

بہشت شوق عشق است - دوزخ ذوق عشق است - مقام عشق از عبودیت و عارفیت و زاهدیت و صدیقیت و خلوصیت و مشتاقیت و خلیلیت و حبیبیت برتر است" - ("ھماري شاعري" مصنفہ سید مسعود حسن رضوي - طبع دوم - صفحہ ۹۸ -)

[اے بیٹے، عشق اختیار کر - اس کارخانہ میں عشق ھي کی حکومت ھے - اگر عشق نہ ھوتا انتظام عالم صورت نہ پکڑتا - عشق کے بغیر زندگي وبال ھے - عشق کو دل دے دینا کمال ھے - عشق بناتا ھے، عشق جلاتا ھے - دنیا میں جو کچھہ ھے عشق کا جلوہ ھے - آگ عشق کي گرمي ھے، ھوا عشق کي بے چیني ھے، پاني عشق کی رفتار ھے، خاک عشق کا قیام ھے - موت عشق کي بیھوشي ھے، زندگي عشق کي ھوشیاري ھے، رات عشق کي نیند ھے، دن عشق کا جاگنا ھے - مسلم عشق کا جمال ھے، کافر عشق کا جلال ھے، نیکي عشق کي قُربت ھے، گناہ عشق سے دوري ھے، بہشت عشق کا شوق ھے، دوزخ عشق کا ذوق ھے، عشق کی منزل عبودیت اور عارفیت اور زاهدیت اور صدیقیت اور خلوصیت اور مشتاقیت اور خلیلیت اور حبیبیت سب سے بالاتر ھے -]

کبیر کی بھکتي نِشکام اور بے لوث ھے - کوئي غرض اس میں شامل نہیں -

जब लग है बेकुंठ की आसा,
तब लग न हरि चरन निवासा।

جب لگ ھے بیکنٹھ کي آسا
تب لگ نہ ھري چرن نواسا

[جب تک بہشت کی امید ہے تب تک ہری کے قدموں کے نیچے نہیں رہ سکتے -]

اسی مضموں کو پنڈت برج نراین چکبست مرحوم نے نظم کیا ہے - کہتے ہیں —

چمن زار محبت میں اسی نے باغبانی کی
کہ جس نے اپنی محنت ہی کو محنت کا ثمر جانا

کرم کانڈ، گیان، ریاضت، یوگ، اِن سب سے وہ عشق الہی کو برتر سمجھتے ہیں - بھکت ہر شخص ہو سکتا ہے، امیر ہو یا مفلس، برہمن ہو یا شودر - اس وجہ سے کبیر صاحب ذات کی تفریق کو نہیں مانتے اور اس کی مذمت کرتے ہیں، یہاں تک کہ بارگاہ ایزدی میں مسلمان ہندو کے فرق کو بھی تسلیم نہیں کرتے - دیکھئے :—

जब लग नाता जगत का , तब लग भगत न होय , (۱)
नाता तोड़े हरी भजे , भगत कहावे सोय ।

جب لگ ناتا جگت کا تب لگ بھگت نہ ہوے
ناتا توڑے ہری بھجے بھگت کہاوے سوے

[جب تک دنیا سے تعلق ہے اُس وقت تک بھگت نہیں ہو سکتا - جو دنیا سے قطع تعلق کرکے خدا کو یاد کرے وہ بھگت کہلائےگا -]

कामी, क्रोधी, लालची , इन तीन भक्त न होय , (۲)
भक्ति करे कोई सूरमा , जाति बरन कुल खोय ।

کامی کرودھی لالچی اِن تین بھکت نہ ہوے
بھکتی کرے کوئی سورما جاتی برن کُل کھوے

[اہل ہوس، غصہ کرنے والا، لالچی، یہ تینوں بھکت نہیں ہو سکتے - بھکت وہ بہادر ہو سکتا ہے جو ذات، برن، اور خاندان کو کھو دے -]

जल ज्यों प्यारा माछरी, लोभी प्यारा दाम, (۳)
माता प्यारा बालिका, भक्त प्यारा नाम।

جل جیوں پیارا ماچھری لوبھی پیارا دام
ماتا پیارا بالکا بھگت پیارا نام

[مچھلی کو جس طرح پانی پیارا ہے، اور لالچی کو روپیہ، جس طرح ماں کو بچہ پیارا ہے، اُسی طرح بھکت کو ایشور کا نام -]

भक्ति गेंद चौगान की, भावे कोई ले जाय, (۴)
कह कबीर कुछ भेद नहीं, कहा रंक कह राय।

بھکتی گیند چوگان کی بھاوے کوئی لے جاے
کہ کبیر کچھ بھید نہیں کہا رنک کہ راے

[بھکتی چوگان کے گیند کی طرح ہے، جو چاہے لے جاے - اس میں امیر اور غریب میں کچھ فرق نہیں ہے -]

अरब खरब लों दरब है, उदय अस्त लों राज, (۵)
भक्ति महातम ता तले, यह सब कौने काज।

ارب كهرب لوں درب هے ، أدے است لوں راج
بهكتي مهاتم تاتلے يه سب كونے كاج
[ارب كهرب روپيه اور پورب سے پچهم تک کا راج ،
بهكتي كے سامنے سب هيچ هيں -]

और करम सब करम है, भक्ति कर्म निष्कर्म, (६)
कहे कबीर पुकारि कै, भक्ति करो तजि धर्म।

اور كرم سب كرم هے بهكتي كرم نش كرم
كهے كبير پكارکے بهكتي كرو تج دهرم
[اور سب كرم مطلب كے هيں ، بهكتي کا كرم بے
غرض هے ، كبير پكار كے كهتا هے دهرم كو چهوڑ كر
بهكتي كرو -]

यह तो घर है प्रेम का, खाला का घर नांहि, (७)
सीस उतारे भुंई धरे, तब बैठे घर माँहि।

يه تو گهر هے پريم کا خاله کا گهر نانه
سيس اتارے بهوئيں دهرے تب بيٹهے گهر مانه
[يه پريم کا گهر هے ، خاله جي کا گهر نهيں هے -
سر أتار كر زمين پر ركهے تب اس گهر ميں داخل هو -]

कबीर भाटी कलाळ की, बहुतक बैठे आय, (८)
सर सौंपे सोई पिवे, नहिँ तो पिया न जाय।

كبير بهاتي كلال كي بَهو تک بيٹهے آے
سر سونپے سوئي پيوے نهيں تو پيا نه جاے

[کبیر کلوار کي ایک بھٹي ھے ' بہت لوگ آکر بیٹھے ' جو اپنا سر دے وہ پئے ' ورنہ نہیں پي سکتا -]

प्रेम न बाड़ी ऊपजे, प्रेम न हाट बिकाय, (۹)
राजा प्रजा जोहि रुचे, सीस देइ लै जाय।

پریم نہ باڑي اوپجے پریم نہ ھاٹ بکائے
راجہ پرجا جوھي رُچے سیس دے ئي لے جائے

[پریم نہ باغ میں پیدا ھوتا ھے ' نہ بازار میں بکتا ھے ' راجہ پرجا جو پسند کرے سر دے کر لے جاے -]

जब मैं था तब गुरु नहीं, जब गुरु है तब हम नाहिँ, (۱۰)
प्रेम गली इत सांकरी, ता में दो न समाहिँ।

جب میں تھا تب گورو نہیں جب گورو ھے ھم نانھ
پریم گلي ات سانکری تا میں دو نہ سمانھ

[جب میں تھا تب گُرو نہ تھا ' جب گُرو ھے تو میں نہیں ھوں - یعني جب تک مجھ میں خودي تھي اس وقت تک گُرو کا پریم حاصل نہیں ھوا تھا ' جب گرو کا پریم حاصل ھوا تو خودي جاتي رھي - پریم کی گلي اتني تنگ ھے کہ اس میں دو نہیں سما سکتے -]

जो घट प्रेम न संचरे, सो घट जान मसान, (۱۱)
जैसे खाल लोहार की, सांस लेत बिन प्रान।

جو گھٹ پریم نہ سنچرے سو گھٹ جان مسان
جیسے کھال لہار کی سانس لیت بن پران

[جس دل میں پریم نہیں اُٹھتا وہ دل مرگھٹ کی طرح ہے، جیسے لوہار کی دھونکنی بغیر جان کے سانس لیتی ہے -]

पिया चाहे प्रेमरस, राखा चाहे मान, (۱۲)
एक मियान में दो खड़्ग, देखा सुना न कान।

پیا چاہے پریم رس رکھا چاہے مان
ایک میان میں دو کھڑگ دیکھا سنا نہ کان

[تو پریم کا رس پینا چاہتا ہے اور خودی کو قائم رکھنا چاہتا ہے، ایک میان میں دو تلواریں نہ دیکھیں نہ کان سے سنیں -]

कबीर प्याला प्रेम का, अंतर लिया लगाय, (۱۳)
रोम रोम में रम रहा, और अमल क्या खाय।

کبیر پیالہ پریم کا انتر لیا لگائے
روم روم میں رم رہا اور امل کیا کھائے

[کبیر نے پریم کا پیالہ پی لیا، اس کے ہر موے تن میں وہ بس گیا ہے، اور نشہ وہ کیا کھائے؟]

राता माता नाम का, पिया प्रेम अघाय, (۱۴)
मतवाला दीदार का, मांगे मुक्ति बळाय।

داتا ماتا نام کا پیا پریم اگھاے
متوالا دیدار کا مانگے مکت بلاے

[نام میں محو هے، نام میں مست هے، پریم کا پیالہ بهر هوکر پی لیا هے - وہ دیدار کا متوالا هے، اس کي بلا مکتي مانگے، یعني عاشقان الهي مکتي یا نجات سے بهي بے نیاز هیں -]

हरि से तू जिन हेत कर , कर हरि जन से हेत , (۱۵)
माल मुलुक हरि देत हैं , हरि जन हरहिं देत।

هري سے تو جِن هیت کر کر هري جَن سے هیت
مال ملک هری دیت هیں هري جَن هر هیں دیت

[تو الله سے محبت مت کر، بلکہ الله والوں سے محبت کر - الله مال ملک دیتا هے اور الله والوں سے الله ملتا هے -]

प्रीतम को पतियां लिखूं , जो कहुं होय बिदेस , (۱۶)
तन में मन में नैन में , ताको कहां संदेस।

پریتم کو پتیاں لکھوں جو کهوں هوے بدیس
تن میں من میں نین میں تاکو کهاں سندیس

[اگر محبوب پردیس میں هو تو اس کو خط لکھوں، وہ تو میرے بدن میں، من میں، آکھوں میں سمایا هوا هے، اس کو سندیسا کیا بهیجوں ؟]

अग्नि आंच सहना सुगम , सुगम खड़ग की धार , (۱۷)

नेह निभावन एक रस, महा कठिन व्योपार।

اگن آنچ سهنا سگم سگم کھڑگ کي دهار
نيه نبهاوں ايک رس مها کٹهن بيوپار

[آگ کي آنچ سهنا اور تلوار کي دهار' يه سهل هے - محبت کو يکساں نباه دينا يه بڑا سخت کام هے -]

सुमरन सुरत लगाय कै, मुख से कछु न बोल, (۱۸)
बाहर के पट देइ कै, अंतर के पट खोल।

سمرن سرت لگاے کے مکھ سے کچھو نا بول
باهر کے پٹ دے اي کے انتر کے پٹ کھول

[اس کي ياد کر' اس کا دهيان کر' مگر منهه سے کچھه نه بول - باهر کے دروازے بند کرکے اندر کے دروازے کھول دے -]

सबहिं तरु तर जाय कै, सब फल लीन्हूं चीख, (۱۹)
फिर फिर मांगत कबीर है, दरसन ही की भीख।

سب هي ترو تر جاے کے سب پهل لينهو چيکهه
پهر پهر مانگت کبير هے درسن هي کي بهيکهه

[سب پيڑوں کے نيچے جاکر سب کے پهل چکهه لئے - کبير تو بار بار درشن هي کي بهيک مانگتا هے -]

कबीर कुत्ता राम का, मोतिया मेरा नांव, (۲۰)
गले राम की जीवड़ी, जित खींचें तित जांव।

کبیر کوتا رام کا مُتیا میرا نانوں
گلے رام کي جیوڑي جت کھینچیں تت جاوں

[کبیر رام کا کتا ھے، میرا نام موتي ھے، گلے میں رام کي رسي پڑی ھے، جہاں کھینچتے ھیں وھاں جاتا ھوں -]

سنا ھے کہ میرزا غالب نے لڑکپن میں کنکوے کے لئے یہ شعر کہا تھا —

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست
مي برد ھر جا کہ خاطر خواہ اوست

मेरा मुझमें कुछ नहीं, जो कुछ है सो तोर, (۲۱)
तेरा तुझको सौंपते, क्या लागत है मोर।

میرا مجھ میں کچھ نہیں جو کچھ ھے سو تور
تیرا تجھ کو سونپتے کیا لاگت ھے مور

[میرے پاس کوئي شے میري نہیں، جو کچھ ھے تیرا ھے - تیري چیز تجھ کو دیتے میرا کیا لگتا ھے ؟]

तुम तो समरथ साईयां, दृढ़ करि पकड़ो बांह, (۲۲)
धुरहि पै पहुंचाइयो, जनि छाड़ो मग मांहि।

تم تو سمرتھ سائیاں درڑھ کري پکڑو بانھ
دُھر ھی پے پھونچایو جني چھاڑو مگ مانھ

[اے مالک، تم قوی ھو، میري بانھ مضبوط پکڑو - دُھر تک پھونچا دینا، راستہ میں نہ چھوڑ دینا -]

पतिब्रता पति को भजे , और न आन सहाय , (२३)
सिंह बचा जौ लंघना , तौभी घास न खाय ।

پتی‌برتا پت کو بھجے اور نہ آن سہاے
سِنگھہ بچہ جو لنگھنا تو بھی گھاس نہ کھاے

[وفادار عورت اپنے خاوند کو یاد کرتی ھے ' اسے اور کوئی اچھا نہیں لگتا - شیر کا بچہ اگر فاقہ بھی کرتا ھے تو گھاس نہیں کھاتا -]

भुक्ति मुक्ति माँगौं नहीं , भक्ति दान दे मोंहि , (२४)
और कोई याचूं नहीं , निसिदिन याचूं तोंहि ।

بُھکتی مکتی مانگو نہیں بَھکتی دان دے مونھ
اور کوئی یاچوں نہیں نس دن یاچوں توہ

[دنیا کا آرام نہیں مانگتا ' مُکتی نہیں مانگتا ' مجھے بھکتی دے ' اور کچھ نہیں مانگتا ' رات دن تجھی کو مانگتا ھوں -]

द्वार धनी के पड़ि रहै , धका धनी का खाय , (२५)
कबहूं धनी निवाजहिं , जो दर छाड़ि न जाय ।

دوار دھنی کے پڑ رہے دھکا دھنی کا کھائے
کب ھوں دھنی نواجھیں جو در چھاڑ نہ جاے

[امیر کے دروازے پر پڑا رہے ' امیر کے دھکے کھاے ' اگر دروازہ چھوڑ کر نہیں جاےگا تو کب تک امیر توجہ نہیں کرےگا -]

हरि जननी, मैं बालक तेरा, (२६)
कस नहीं बकसो औगुन मेरा।

هری جننی میں بالک تیرا
کس نہیں بکسو اوگن میرا

[خدا میری ماں ہے، اور میں اس کا بچہ ہوں۔
میرے قصور کیسے نہیں معاف کرے گا؟]

दुलहिन गाओ मंगल चार, (२७)
हमरे घर आये राम भतार।

دُلہن گاؤ منگل چار
ہمرے گھر آئے رام بھتار

[اے دُلہن، مبارکباد گاؤ، ہمارے گھر رام ایسے
دُولھا آئے۔]

کبھی کبھی اپنی محبت کی استواری پر نازاں ہوکر
شوخی اور بےباکی سے گفتگو کرتے ہیں۔

अब तोहे जान न दीहूं राम प्यारे, (२८)
ज्यों भावे त्यों होहु हमारे।

اب توھے جان نہ دیہوں رام پیارے
جیوں بھاوے تیوں ھوھو ھمارے

[رام پیارے، تم کو اب جانے نہ دونگا، جس طرح
چاھو تم ھمارے ھوکر رھو۔]

ایک ایسا ہی دوہا سور داس جی کا مشہور ہے - روایت یہ ہے کہ چونکہ اندھے تھے جو کچھ کہتے تھے ایک محرر لکھ لیتا تھا - ایک روز محرر نہ تھا کرشن جی اس کی جگہ خود آ گئے ' اور سور داس جی کا کلام لکھنے لگے - سور داس جی نے محسوس کیا کہ محرر اس کے قبل کہ الفاظ مُنھ سے نکلیں ان کو لکھ لیتا ہے ' اور اس کے پہلے کہ وہ اپنے خیالات کو ظاہر کریں وہ خیالات کاغذ پر درج ہو جاتے ہیں ' وہ سمجھ گئے کہ یہ میرا محرر نہیں ہے بلکہ کرشن جی خود ہیں ' اور انھوں نے اُن کا ھاتھ پکڑ لیا ' مگر کرشن جی اپنا ھاتھ چھڑا کر غائب ہو گئے - تب سور داس جی نے کہا —

कर झिटकाये जात हो , दूर्बळ जानि कै मोंहि ,
हिरदै से जब जाओगे , मर्द बखानूं तोहि ।

کر جھٹکاے جات ہو دربل جان کے مونھ
ھردے سے جب جاؤگے مرد بکھانوں توہ

[مجھ کو کمزور جان کے ھاتھ جھٹک کر چلے جاتے ہو ' میں تم کو جب مرد جانوں کہ میرے دل سے چلے جاؤ -]

اس کو پریم ڈھٹائی کہتے ہیں -

جیسا کہ میں کہ چکا ہوں ' بھکتی کے راستے میں سب برابر ہیں ' برھمن اور شودر میں کچھ فرق نہیں ہے -

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ درین راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اس کی مثالیں بھی دیکھئے —

एक बूंद, एक मळ मूतर, एक चाम का गूदा, (२९)
एक जोति हिं सब उपजा, कौन बहमन कौन सूदा।

ایک بوند ایک مل موتر ایک چام کا گودا
ایک جوتي هیں سب اُپجا کون بهمن کون سودا

[ایک قطرہ، ایک پاخانہ، ایک پیشاب، ایک چمڑے کا گودا، ایک نور سے سب پیدا ہوئے ہیں - کون برہمن ہے، کون شودر؟]

जाति न पूछो साधु की, पूछि लीजै ज्ञान, (३०)
मोल करो तरवार का, पड़ा रहन दो म्यान।

جاتي نہ پوچھو سادھ کي پوچھي لیجے گیان
مول کرو تروار کا پڑا رهن دو میان

[سادھو کي ذات نہ پوچھو، اس کا گیان دریافت کر لو - تلوار کے دام چکاؤ، میان کو پڑا رهنے دو -]

(۳) مذهب کي نمائش

کبیر صاحب چونکہ صاحب دل تھے صفائے باطن کي قدر جانتے تھے اور سچے پریم کو برتتے تھے - اس واسطے مذهب کي نمائش اور ظاهري رسم و رواج سب ان کي نظر میں هیچ تھے - ان کا اصول هے بھکتي اور عشق الهي - اگر دل صاف هوگا اور ایشور کی بھکتي دل میں هوگي تو افعال آپ سے آپ درست هو جاویں گے - اگر دل صاف نہیں هے اور اس میں محبت کا جذبہ نہیں هے تو مذهب کا ظاهري ٹھاٹ فضول هے، بلکہ ریا هے اور اس واسطے گناہ - وہ وید اور کتاب (قرآن)، پنڈت اور قاضي کا مذاق اُڑاتے هیں اور ریا کاري اور جھوٹي نمائش کے خطرہ سے لوگوں کو متنبہ کرتے هیں -

माला फेरत युग भया, फिरा न मन का फेर, (१)
कर का मनका डारि दै, मन का मनका फेर।

مالا پھیرت جگ بھیا پھرا نہ من کا پھیر
کر کا منکا ڈار دے من کا منکا پھیر

[مالا پھیرتے جگ بیت گئے، من کا پھیر دور نہ هوا - هاتھ کا دانہ چھوڑ دے، من کا دانہ پھیر -]

माला तो कर में फिरे, जीब फिरे मुख मांहि, (२)
मनवा दहुं दिस फिरे, यह तो सुमिरन नांहि।

مالا تو کر میں پھرے جیبھ پھرے مُکھ مانھ
منوا تو دَھوں دِس پھرے یہ تو سُمرن ناتھ

[مالا هاتھ میں پھرتی هے ، زبان مُنھ میں پھرتی هے ، من دس طرف بھٹکا ھوا هے ، اس کو یاد الٰهی نهیں کهتے -]

हम तो योगी मनहि के, तन के हैं ते और, (३)
मन का योग लगावते, दसा भई कुछ और।

هم تو جوگی من هی کے تن کے هیں تے اور
من کا جوگ لگاوتے دسا بھئی کچھ اور

[هم تو من کے جوگی هیں ، تن کے جوگی اور هوتے هیں - من کا جوگ کرتے هماری تو اور هی حالت هو گئی -]

पढ़ पढ़ के पत्थर भये, लिख लिख भये जो ईंट, (४)
कबिरा अंतर प्रेम की, लागी नीक न छींट।

پڑھ پڑھ کے پتھر بھئے لکھ لکھ بھئے جو اینٹ
کبرا انتر پریم کی لاگی نیک نہ چھینٹ

[پڑھ پڑھ کے پتھر هوے اور لکھ لکھ کے اینٹ هوے ، پریم کی ذرا سی چھینٹ بھی نهیں پڑی -]

नाम भजो मन बस करो, यही बात है तंत, (५)
काहे को पढ़ पच मरो, कोटिन ज्ञान ग्रंथ।

نام بهجو من بس كرو يهي بات هے تلت
كاهے كو پڑهه پچهه مرو كوتن گيان گرنتهه

[نام بهجو اور من كو بس ميں كرو ' يهي بات اصلي هے - كروڑوں گيان كي كتابيں پڑهه كر كيوں مرے جاتے هو ؟]

पंडित और मशालची, दोनों सूझे नांहि, (۶)
औरन को कर चांदना, आप अंधेरे मांहि।

پنڈت اور مشالچي دونوں سوجهے نانهه
اَورن كو كر چاندنا آپ اندهيرے مانهه

[پنڈت اور مشعلچي دونوں كو نهيں سوجهتا ' اوروں كو روشني دكهاتے هيں ' آپ اندهيرے ميں رهتے هيں -]

साईं से सांचा रहो, सांईं सांच सहाय, (۷)
भावें लंबे केस रख, भावें घोट मुंडाय।

سائيں سے سانچا رهو سائيں سانچ سهاے
بهاويں لمبے كيس ركهه بهاويں گهوت منڈاے

[مالک سے سچے رهو - سچ مالک كو پسند هے ' چاهے لمبے بال ركهو چاهے سر منڈاؤ -]

आचारी सब जग मिला, बिचारी न कोय, (۸)
कोटि अचारी बेरिए एक बिचारी जो होय।

آچاري سب جگ ملا بچاري نه كوے
كوت اچاري بيرئے ايک بچاري جو هوے

آچار = مذهب كي ظاهري نمائش - بچاري = سمجهنےوالا اور جاننےوالا -

[ظاہر دار تو ساری دنیا ھے ' بچاري کوئي نہیں ھے - اگر ایک بچاري ملے تو اس پر ایک کرور ظاہردار قربان کر دیجئے -]

फूटी आंख विवेक की , लखे न संत असंत , (९)
जाके संग दस बीस हैं , ता का नाम महंत ।

پھوتی آنکھ وویک کي لکھے نہ سنت اسنت
جاکے سنگ دس بیس ھیں تا کا نام مہنت

[سمجھ کي آنکھ پھوت گئي ' سنت اور اسنت نہیں دکھائی دیتے - جس کے ساتھ دس بیس ھیں اس کا نام مہنت ھے -]

کبیر صاحب ہندو اور مسلمان دونوں کو پھٹکارتے ھیں اور روزہ ' نماز ' حج ' شرادھ ' ایکادشي ' تیرتھ یاترا ' کرم کانڈ ' کی اُنھوں نے جي کھول کر مذمت کی ھے -

मथुरा भावें , द्वारका भावें जायें जगन्नाथ , (१०)
साधु संगत हरि भजन बिन , कछु न आवे हाथ ।

متھرا بھاویں دوارکا بھاویں جائیں جگن ناتھ
سادھ سنگت ھر بھجن بن کچھو نہ آوے ھاتھ

[چاھے متھرا جاویں ' چاھے دوارکا جاویں ' چاھے جگن ناتھ جاویں ' سادھو کي سنگت اور ایشور کے بھجن کے بغیر کچھ ھاتھ نہیں آتا -]

पूजा सेवा नेम व्रत , गुड़िया का सा खेल , (११)

پوجا سيوا نيم برت گڑيين كا سا كهيل

[پوجا، سيوا، نيم، برت، يه سب گُڑيوں كا كهيل هے-]

नहाय धोय क्या भया, जो मन मैल न जाय, (१२)
मीन सदा जल में रहे, धोये बास न जाय।

نهائے دهوئے كيا بهيا جو من ميل نه جاے
مين سدا جل ميں رهے دهوئے باس نه جاے

[نهانے دهونے سے كيا هوتا هے اگر من كا ميل نه دور هو؟ مچهلي هميشه پاني ميں رهتي هے مگر پاني سے دهونے سے بهی اس كي بو نهيں جاتی-]

ना मैं बकरी, ना मैं भेड़ी, ना मैं छुरी गंड़ास में, (१३)
नहीं खाल में, नहीं पूंछ में, ना हड्डी ना मांस में,
ना मैं देवळ, ना मैं मसजिद, ना काबे कैळास में,
ना तो कौनो किरिया करम में, नहीं योग बैराग में,
खोजी होय तो तुरतै मिलि हौं पल भर की ताळास में।

نا ميں بكري نا ميں بهيڑی نا ميں چهري گنڑاس ميں
نهيں كهال ميں نهيں پونچهه ميں نا هڈي نا ماس ميں
نا ميں ديول نا ميں مسجد نا كعبے كيلاس ميں
نا تو كونو كريا كرم ميں نهيں جوگ بيراگ ميں
كهوجي هوے تو ترتے ملي هوں پل بهر كی تالاس ميں

[نه ميں بكري ميں هوں، نه بهيڑی ميں، نه چهري ميں، نه گنڈاسے ميں، نه ميں كهال ميں هوں، نه دم

میں ، نہ ھڈی میں ، نہ گوشت میں - نہ میں مندر میں ھوں ، نہ مسجد میں ، نہ کعبے میں ، نہ کیلاس میں - نہ کسي کریا کرم میں ھوں ، نہ جوگ بیراگ میں ھوں - اگر میرا ڈھونڈنے والا ھو تو پل بھر کي تلاش میں مل جاتا ھوں -]

(۱۴)

सबहि मदमाते कोई न जाग ,
संगहि चोर घर मूसन लाग ,
योगी मदमाते योग ध्यान ,
पंडित मद माते पढ़ि पुरान ,
तपसी मदमाते तप के भाव ,
संन्यासी मदमाते कर हमएव ,
मौळाना मदमाते पढ़ि मुसाफ ,
काजी मदमाते किये इनसाफ ।

سب ھي مدماتے کوئي نہ جاگ
سنگ ھي چور گھر موسن لاگ
یوگي مدماتے یوگ دھیان
پنڈت مدماتے پڑھ پوران
تپسي مدماتے تپ کے بھاو
سنیاسی مدماتے کر ھمیو
مولانا مدماتے پڑھ مصاف
کاجي مدماتے کئے انصاف

[سب مست ھیں ، کوئي ھوشیار نہیں ، گھر کو چور موس رھے ھیں - یوگي اپنے دھیان میں مست ھیں ، پنڈت

پران پڑھ کے مست ھیں - تپسي تپ کے بھاؤ میں ، اور
سنیاسي اپني خودي میں مست ھیں ، مولانا قرآن پڑھ کر
اور قاضي انصاف کرکے مست ھیں -]

(१५) बेद पुराण कुरान कतेबा नाना भांत बखानी,
हिंदु तुरुक जैन अरु जोगी ऐकल काहू न जानी।

بید پُران قرآن کتیبا نانا بھانت بکھاني
ھندو ترک جین ارو جوگي ایکل کاھو نه جاني

[وید ، پران ، قرآن ، یه سب کتابیں مختلف طرح
پڑھي جاتی ھیں - ھندو ، مسلمان ، جین اور جوگي ، کسي
نے ایک ایشور کو نه جانا -]

(१६) सैयद सेख किताब निरखै, पंडित शास्त्र बिचारै,
सत्गुरु के उपदेश बिना, तुम जानके जीवहिँ मारै।

سید شیخ کتاب نرکھے پنڈت شاستر بچارے
ست گرو کے اُپدیش بنا تم جان کے جیو ھیں مارے

[سید شیخ کتاب پڑھتے ھیں ، پنڈت شاستر بچارتے
ھیں ، ست گرو کي اُپدیش کے بغیر تم جان بوجھ کے
جان مارتے ھو -]

---

(۴) تناسخ (آواگون)

آواگون ھندوستاني مذاھب کا مرکزی اصول ھے، اور کبیر صاحب اس کو پوري طرح قبول کرتے ھیں - بار بار پیدا ھونا اور مرنا ھر ذی روح کے واسطے لازمي ھے جب تک کہ اُس کو اِس آمد و رفت سے نجات نہ ملے اور وہ اِیشور کے پریم میں مگن ھوکر اِیشور کی دیا سے اس سیاست سے آزاد نہ ھو جاے -

पंडित सो धन कहो समुझाई, (۱)
जाते आवा गंवन नसाई।

پنڈت سو دھن کہو سمجھائي
جاتے آواگون نسائي

[اے پنڈت، اچھي طرح غور کرکے ھم کو سمجھا کے وہ بات بتاؤ، جس سے آواگون مٹ جاے -]

कह कबीर चित चेत कै आवा गंवन निबार। (۲)

کہ کبیر چت چیت کے آواگون نوار

[اے کبیر، دل کو ھوشیار کرکے آواگون سے آزاد ھونے کا حال کہو -]

ज्यों जळ छाड़ि बाहर भयो मीना, (۳)
पूरब जनमहुं तप का हीना।

جیوں جل چھاڑ باھر بھیو مینا
پورب جنم ھوں تپ کا ھینا

[مچھلي کي طرح پاني کو چھوڑ کر باھر نکل آیا ھوں - پچھلے جنم میں میرے تپ میں کچھ کمي تھي -]
بنارس چھوڑنے کي طرف اشارہ ھے -

जनम अनेक गया और आया। (۴)
جنم انیک گیا اور آیا

[کئي ایک جنم آئے اور گئے -]

देखो कर्म कबीर का , कछु पूरब जनम का लेखा। (۵)
دیکھو کرم کبیر کا کچھو پورب جنم کا لیکھا

[دیکھو کبیر کا کرم پچھلے جنم کا لیکھا ھے -]

(۵) ہندو مسلمانوں کا میل

میں چوتھے باب میں کہ چکا ہوں کہ نہ صرف کبیر صاحب بلکہ ازمنۂ وسطیٰ کے سب ممتاز مصلحان مذہب ہنود نے اِسلام کے اثر کو قبول کیا تھا - کبیر صاحب کا تو صاف منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہندو اور مسلمان خدا کی نگاہ میں ایک ہیں اُسی طرح دنیا کے بیوہار میں بھی ایک ہو جائیں - ان کے عقیدہ کے موافق ہندو مسلمانوں کا خدا ایک ہے، اور دونوں اپنے اپنے طریقہ پر اسے پوجتے ہیں - اہل دل ظاہری رسم و رواج کی پروا نہیں کرتے - اگر دل صاف ہے اور معبود حقیقی کا عشق دل میں ہے تو ہندو مسلمان دونوں کو یکساں نجات مل سکتی ہے -

कहे कबीर एक राम जपोरे, हिंदु तुरुक न कोई। (۱)

کہے کبیر اک رام جپو رے ہندو ترک نہ کوئی

[کبیر کہتا ہے ایک رام کو جپو، نہ کوئی ہندو ہے نہ مسلمان -]

पेटहिं काहू न वेद पढ़ाया, (۲)
सुन्नत कराये तुरुक नहि आया।

پیٹ ہیں کاہو نہ وید پڑھایا
سنت کرائے ترک نہیں آیا

[پیٹ میں کسي کو وید نہیں پڑھایا گیا - مسلمان سنت کرایا ہوا پیٹ سے نہیں پیدا ہوتا - مطلب یہ کہ مذہبوں کے جھگڑے دنیاوي ہیں -]

(३) दुई जगदीश कहां ते आये, कहो कौन भरमाया,
अल्लह राम करीम केशव, हरि हजरत नाम धराया।
गहना एक कनक ते गहना, ता में भाव न दूजा,
कहन सुनन को दुई कर थाते, एक नवाज एक पूजा।
वही महादेव, वही मुहम्मद, ब्रह्मा आदम कहिए,
कोई हिंदू कोई तुरुक कहावै, एक जमी पर रहिए।
वेद किताब पढ़े, वे कुतबा, वे मौळाना, वे पांडे,
बगत बगत के नाम धरायो, एक माटी के भांडे।
कह कबीर ते दोनों भूलें, रामहि किनहु न पाया,
वे खसिया वे गाय कटावैं, वादै जनम गंवाया।

دوئي جگدیش کہاں تے آئے کہو کون بھرمایا
الله رام کریم کیشو ہری حضرت نام دھرایا
گہنا ایک کنک تے گہنا تا میں بھاو نہ دوجا
کہن سنن کو دوئی کر تھاتے ایک نواج ایک پوجا
وھي مہادیو وھي محمد برھما آدم کہئے
کوئي ھندو کوئي ترک کہاوے ایک جمي پر رھئے
وید کتاب پڑھے وے کُتبا وے مولانا وے پانڈے
بگت بگت کے نام دھرایو اک ماتي کے بھانڈے
کہ کبیر تے دونوں بھولیں رام ھي کنھوں نہ پایا
وے کھسیا وے گائے کٹاویں وادے جنم گنوایا

[دنیا کے دو مالک کہاں سے آئے ، کہو کس نے دھوکا دیا ؟ اللہ ، رام ، کریم ، کیشو ، هري ، حضرت ، مختلف نام رکھے - گہنا ایک هي سونے سے بنتا هے اس میں شبہہ نہیں - کہنے سننے کے لئے دو باتیں قائم کیں ، ایک نماز ایک پوجا - وهي مہادیو هے ، وهي محمد ، اسي کو برهما ، اسي کو آدم کہتے هیں - ایک زمین پر رهتے هیں ، کوئی مسلمان ، کوئي هندو کہلاتا هے - کوئي وید پڑهتا ، کوئي کتاب (قرآن) اور خطبہ ، کوئي مولانا هے ، کوئي پانڈے - طرح طرح کے نام رکھوائے هیں ، مگر هیں ایک هي متي کے برتن - کبیر کہتا هے کہ دونوں بھولے هیں ، رام کو کسي نے نہیں پایا هے ، ایک بکرا کٹتا ہے ایک گائے ، اور جنم بے فائدہ گنواتے هیں -]

یہاں تک میں نے کبیر صاحب کي تلقین کے خاص خاص اصول بیان کرکے اُن کے متعدد اقوال هر اُصول کی مثال میں پیش کئے - مگر اِن کے علاوہ کبیر صاحب کے هزاروں مقولے اور بچن زبان‌زد خلائق هیں - یہ اقوال دهرم اور اخلاق کے دارالضرب شاهي کے سکے هیں ، اور روزمرہ کي بات چیت میں - مذهبي اور اخلاقي مباحث میں یہاں تک کہ پولیٹکل گفتگو میں قول فیصل کي حیثیت سے پیش کئے جاتے هیں ، اور سب ان کے سامنے سر جھکاتے هیں - میں ایسے چند اقوال نقل کرکے اس باب کو ختم کرتا هوں -

(۶) متفرق

सुखिया सब संसार कहावै और सोवै, (۱)
दुखिया दास कबीर जागै और रोवै।

سکھیا سب سنسار کہاوے اور سووے
دکھیا داس کبیر جاگے اور رووے

[دنیا کے لوگ اصلیت کو تو سمجھتے نہیں، فریب کھا رہے ہیں اور اپنی حالت میں خوش ہیں - کبیر جس نے اصلیت کو سمجھا ہے اور جانتا ہے کہ دنیا کی حالت کیسی افسوسناک ہے یہ سمجھ کر رو رہا ہے -]

सत् नाम कड़वा लगे, मीठा लागे दाम, (۲)
दुबधा में दोनों गये, माया मिली न राम।

ست نام کڑوا لگے میٹھا لاگے دام
دُبدھا میں دونوں گئے مایا ملي نہ رام

[ست نام کڑوا لگتا ہے، دولت میٹھی لگتي ہے - شک و شبہہ میں دونوں گئے، مایا ملي نہ رام -]

कबिरा रसरी पांव में, कह सोवै सुख चैन, (۳)
सांस नकारा कूच का, बाजत है दिन रैन।

کبرا رسری پاؤں میں کہ سووے سکھ چین
سانس نکارا کوچ کا باجت ہے دن رین

[رسي پاؤں میں پڑي ھے، کبیر چین سے کس طرح سووے؟ سانس جو آتي جاتي ھے وہ گویا کوچ کا نقارہ ھے کہ دن رت بجا کرتا ھے -]

(४) माली आवत देखिकै, कलियां करत पुकार,
फूळो फूली चुन लिये कालिह हमारी बार।

مالي آوت دیکھ کے کلیاں کرت پکار
پھولي پھولي چن لئے کالھ ھماري بار

[مالي کو آتا دیکھ کر کلیاں غل مچاتي ھیں، پھولي پھولي تو آج چن لیں کل ھماري باري ھے -]

(५) चलती चक्की देखिकै दिया कबिरा रोय,
दुइ पट भीतर आइकै साबित बचा न कोय।

چلتي چکّي دیکھ کے دیا کبیرا روے
دوئي پٹ بھیتر آئي کے ثابت گیا نہ کوے

[چلي چکي دیکھ کے کبیر رو دیا، دو پاٹوں (یعني آسمان و زمین) کے بیچ میں آکے کوئي ثابت نھیں بچا -]

(६) जो तोको कांटा बोवे, ताहि बोय तू फूल,
तोंहि फूळ के फूळ हैं, वाको हैं तिरसूल।

جو توکو کانٹا بووے تاھي بوے تو پھول
توں ھي پھول کے پھول ھیں واکو ھیں ترسول

[جو تیرے لئے کانٹے بوئے اس کے لئے تو پھول بو،
تجھے تو پھول کے پھول رھینگے اور اُس کے کانٹے اسے
ترسول ھو جاوینگے، یعنی باعث اذیت ھوں گے -]

(۷) मांगे मरन समान है, मत कोई मांगो भीख,
मांगन से मरना भला, यह सत् गुरु की सीख।

مانگے مرن سمان ھے مت کوئي مانگو بھیکھ
مانگن سے مرنا بھلا یہ ست گورو کي سیکھ

[مانگنا مرنے کے برابر ھے، کوئي بھیک امت مانگو -
مانگنے سے مرنا بھلا، یہ ست گورو کي نصیحت ھے -]

(۸) कबिरा माता नाम का, मद मतवाला नांहि,
नाम प्याला जो पिये, सो मतवाला नांहि।

کبرا ماتا نام کا مد متوالا نانھہ
نام پیالا جو پئے سو متوالا نانھہ

[کبیر نام سے مست ھے، شراب کا متوالا نھیں، جو
نام کا پیالہ پیتا ھے اُسے متوالا نھیں کھتے -]

(۹) बुरा जो देखन मैं चला, बुरा न मिळिया कोय,
जो दिल खोजूं आपना, मुझसे बुरा न कोय।

برا جو دیکھن میں چلا برا نہ ملیا کوے
جو دل کھوجوں آپنا مجھ سے برا نہ کوے

[میں بُرا ڈھونڈنے چلا، کوئي برا نہ ملا اپنا دل جو دیکھا
تو مجھ سے برا کوئي نھیں -]

सांच बराबर तप नहीं, झूठ बराबर पाप, (१०)
जाके हिरदै सांच है, ता हिरदै गुरु आप।

سانچ برابر تپ نہیں جھوت برابر پاپ
جاکے ہردے سانچ ہے تا ہردے گرو آپ

[سچ کے برابر تپ نہیں، جھوٹ کے برابر پاپ نہیں، جس کے دل میں سچ ہے، اس کے دل میں گُرو خود موجود ہے -]

लंबा मारग दूर घर, बिकट पंथ बहु भार,
कह कबीर कस पाइये, दुर्लभ गुरु दीदार।

(۱۱) لمبا مارگ دور گھر بکٹ پنتھ بَہُو بھار
کہ کبیر کس پائے دُرلبھ گورو دیدار

[لمبی سڑک ہے گھر دور ہے، راستہ کٹھن ہے، اور بوجھ بہت ہے - کبیر، کہو کس طرح پاؤگے؟ گرو کا دیدار بہت مشکل ہے -]

मन के हारे हार है, मन के जीते जीत, (१२)
कहे कबीर पिउ पाइये, मनहीं के परतीत।

من کے ہارے ہار ہے من کے جیتے جیت
کہے کبیر پیو پائے من ہی کے پرتیت

[من کے ہارے ہار ہے، اور من کے جیتنے سے جیت ہے - کبیر کہتا ہے کہ محبوب کو من ہی کے اعتبار سے پا سکتے ہو -]

बाढ़ी आवत देखिकै, तरवर डोलन लाग, (۱۳)
हम कटे की कुछ नहीं, पंखेरू घर भाग।

بازھي آوت ديکھ کے ترىور ڈولن لاگ
ہم کٹے کي کچھ نہیں پنکھیرو گھر بھاگ

[بڑھئي کو آتا دیکھ کر پیڑ ہلنے لگے' ہم کٹے تو کچھ پروا نہیں' چڑیا تو بھاگ جا-] بڑھئی سے مراد موت' پیڑ انسان کا بدن اور پنکھیرو سے مطلب روح سے ھے-

मर जाऊं मांगूं नहीं, अपने तन के काज, (۱۴)
परमारथ के कारने, मोंहि न आवे लाज।

مر جاؤں مانگوں نہیں اپنے تن کے کاج
پرمارتھ کے کارنے موں ھي نہ آوے لاج

[مر جاؤں تو اپنے واسطے نہ مانگوں' مگر دوسروں کے فائدہ کے لئے مانگنے میں شرم نہیں آتي-]

माटी कहे कुम्हार से, तू क्या रूंधे मोंहि, (۱۵)
इक दिन ऐसा होयगा, मैं रूंधोंगी तोहि।

ماتي کھے کمھار سے تو کیا روندے موںھ
اک دن ایسا ھوے گا میں روندوگی توہ

[مٹي کمھار سے کھتي ھے تو مجھے کیا روندتا ھے' ایک دن آویگا کہ میں تجھے روندوں گي-]

जो दरपन देखा चहिए, तो दरपन मंजत रहिए, (१६)
जब दरपन लागे काई, तब दरसन किया न जाई।

جو درپن دیکھا چَہئے   تو درپن منجت رہئے
جب درپن لاگے کائی   تب درسن کیا نہ جائی

[اگر آئینہ دیکھنا چاہتے ہو تو اس کو مانجتے رہو، یعنی آئینہ کو صاف رکھو - اگر آئینہ میں میل آ گیا تو روشن نہ ہوگا -] دل کی صفائی کی طرف اشارہ ہے -

अकथ कहानी प्रेम की, कछु कही न जाय, (१७)
गूंगे केरी सरकरा, बैठा मुसकाय।

اکتھ کہانی پریم کی کچھو کہی نہ جائے
گونگے کیری سرکرا بیٹھا مُسکائے

[پریم کی کہانی بیان نہیں کی جا سکتی، گونگے نے شکر کھائی، بیٹھا مُسکرا رہا ہے -] جو لطف اس کو آ رہا ہے اس کو بیان نہیں کر سکتا -

(۷) کبیر صاحب کي شاعري

کبیر بھگت تھے، شاعر نھیں تھے - وہ شاعري شاعري کے واسطے نھیں کرتے تھے - اُن کو دنیا کي تلقین کے لئے اپنے خیالات کا اظھار مقصود تھا - وہ قدرتي شاعر تھے - اور اِس واسطے اُنھوں نے شاعري کو اپنا آلۂ کار بنایا - مگر وہ شاعري کے فن سے قطعي بے خبر تھے، اور پنگل (عروض) نھیں جانتے تھے، نہ اس کي پروا کرتے تھے - جو لفظ جس طرح چاھتے ھیں اور جھاں چاھتے ھیں استعمال کر جاتے ھیں - اُن کي توجہ نفس مضمون کی طرف ھے، نہ کہ الفاظ کي طرف - اُنھوں نے شاعري کو بہ حیثیت فن کے حاصل نھیں کیا تھا - "کبیر گرنتھاولي" میں بابو شیام سندر داس صاحب صفحہ ۶ میں لکھتے ھیں:

ھندي ساھت کے اتھاس میں بیر گاتھا کال کي سماپتي پر مدھیہ کال کا آرنبھ کبیر داس جي سے ھوتا ھے - آت ایو اس کال کے وے آدي کوي ھیں - اُس سمے بھاشا کا روپ پري مارجت اور سنسکرت نھیں ھوا تھا - تس پر کبیر داس جي سویم پڑھے لکھے نھیں تھے - اُنھوں نے جو کچھ کھا ھے وہ اپني پرتي بھا تتھا بھاؤکتا کے وشي بھوت ھوکر کھا ھے - اِن میں کوتو اُتنا نھیں تھا

جتني بهکتي اور بهاوکتا تهي - اُن کي آت پت
باني هردے میں چبهنےوالي هے -

[هندي ادب کي تاریخ میں زمانۂ قدیم کے اختتام پر زمانہ وسطیٰ کبیر داس جي سے شروع هوتا هے - اِس زمانہ کے وہ پہلے شاعر هیں - اس وقت بهاشا زبان منضبط نہیں هوئي تهي ، اور کبیر داس جی پڑهے لکهے نہ تهے - اُنهوں نے جو کچهہ کہا هے وہ اپني فطرت اور ذهن کے زور سے کہا هے - ان میں شاعری اتني نہیں هے جتني کم بهکتي - اُن کي شاعري دل میں اثر کرنے والي هے -]

کبیر صاحب کي شاعری اُن کي طبیعت کي طرح کهری هے - اُنهوں نے اپني شاعري پر صنعتوں کا ملمع نہیں چڑهایا ، کیونکہ اُن کي سیدهي اور صاف فطرت تکلف اور تصنع سے بہت دور تهي - وہ کبهي بلند پروازي کي کوشش نہیں کرتے ، نہ اُن کو یہ فکر هے کہ شاعري کے آسمان سے تارے توڑ کر لائیں - اُن کو اگر تلاش هے تو حق کي اور جستجو هے تو پریم کي - اپنے پند و نصائح ذهن‌نشین کرانے کے لئے وہ مثالیں اور تشبیهیں استعمال کرتے هیں ، مگر پیش یا افتادہ - اُن میں وهی باتیں هیں جو اُن کے اور اُن کے همعصروں کے سامنے روزمرہ گزرتی تهیں - کُمهار کی مٹي ، بنئے کا تولنا ، کهیوٹ کا کهینا ، بید کا نبض دیکهنا ، چندن کي خوشبو ، چوگان کا کهیل ، یہ چیزیں وہ بےتکلف نظم کرتے هیں اور خوب نظم کرتے هیں -

साईं मेरा बानिया, सहज करे ब्योपार, (۱)
बिन डांड़ी बिन पालड़े, तौले सब संसार।

سائیں میرا بانیا سہج کرے بیوپار
بن ڈانڈی بن پالڑے تولے سب سنسار

[میرا مالک بنیا ھے، اور اپنا بیوپار سہل طریقہ سے کرتا ھے، بغیر ڈنڈي اور پلڑے کے ساري دنیا کو تول ڈالتا ھے -]

तेरा सांईं तुझमें, ज्यों तिल मांहि तेल। (۲)

تیرا سائیں تجھ میں جیوں تل ماھیں تیل

[تیرا مالک تجھ میں اس طرح ھے جس طرح تل کے اندر تیل -]

जब पार उतरना चहिए, तब केवट से मिल रहिए। (۳)

جب پار اُترنا چھئے تب کیوٹ سے مل رھئے

[جب پار اُترنا چاھو تو کیوٹ (ملاح) سے مل رھو -]

कबिरा बैद बुलाइया, पकरके देखी बांह, (۴)
बैद न बेदन जानिए, करक करेजे मांहि।

کبرا بید بلایا پکرکے دیکھی بانھ
بید نہ بیدن جانئے کرک کریجے مانھ

[کبر نے بید کو بلایا، بید نے بانھ پکڑ کے دیکھي - بید تکلیف کو نہیں جانتا، درد تو کلیجے میں ھے -]

دیکھئے فارسي شاعر اسي خیال کو اپنے طریقه سے باندھتا ہے -

آگاہ نئي تپ دروں را
نشتر چه زني رگ بروں را

हीरा तहां न खोलिए, जहं खोटी है हाट, (५)
कसकर बांधो गाठरी, उठकर चालो हाट।

هیرا تہاں نه کھولئے جہاں کھوٹي ہے ھات
کس‌کر باندھو گاٹھري اُٹھ کر چالو ھات

[جہاں بازار کھوٹا ہے وھاں ھیرا نه کھولو - گٹھری کس‌کر باندھو اور بازار سے چل دو -]

चंदन गया बिदेसड़े, सब कोई कहे पलास, (६)
ज्यों ज्यों चूल्हे झोंकिया, त्यों त्यों अधकी बास,

چندن گیا بدیسڑے سب کوئی کہے پلاس
جیوں جیوں چولہے جھونکیا تیوں تیوں ادھکي باس

[چندن پردیس گیا، لوگ اسے ڈھاک سمجھے - جوں جوں جلایا گیا اُس کی خوشبو تیز ھوئي -]

च्यूंटी चावल ले चली, बिच में मिल गई दार, (७)
कह कबीर दोऊ ना मिले, इक ले दूजी डार।

چیونٹی چاول لے چلي بچ میں مل گئي دار
که کبیر دوؤ نا ملے اک لے دوجي ڈار

[چیونٹي چاول لے کے چلي ، راستہ میں دال مل گئی - کبیر کہتا ھے دونوں نہیں مل سکتے - ایک لو ، دوسرے کو چھوڑو -]

وہ بھگت تھے ، صوفي مشرب تھے ، اُن کو سِرّ حق کي تلاش تھي مگر یہ جانتے تھے کہ کبھي کبھي یہ بھي ھوتا ھے کہ جب حقیقت معلوم ھو جاتی ھے تو زبان بند ھو جاتی ھے - آن را کہ خبر شد خبرش باز نہ آمد

اس نکتہ کو سمجھانے کے لئے وہ ایک خاص تشبیہ اکثر استعمال کرتے ھیں -

कह कबीर गूंगे गुड़ खाया , पूछे तो क्या कहिए ।

کہ کبیر گونگے گڑ کھایا پوچھے تو کیا کہئے

شیخ ابراھیم ذوق نے اس کو دوسري طرح کہا ھے —

بیان درد محبت جو ھو تو کیونکر ھو
زبان دل کے لئے ھے ، نہ دل زبان کے لئے

کبیر صاحب کي زبان عوام کي زبان تھي - وہ جو کچھ کہتے تھے عوام کي زبان میں کہتے تھے - الفاظ کي صحت کي ان کو فکر نہیں - جو لفظ جس طرح عوام کي بولي میں رائج تھا اس کو اسی طرح نظم کر دیتے تھے ، اور کبھي کبھي نظم کي ضرورت سے لفظوں کو توڑ مروڑ ڈالتے تھے - مثلاً ، کبیر کو کبّیر ، کبرا ، کبیرا ، کاشي کو کاسي ، خزانہ کو کھجانا ، زمانہ کو جمانا ، زمیں کو جمي ، خطبہ کو کتبہ ،

بدلي کو بدریا ، محل کو محلیا ، درویش کو درویسا ، مقام کو مکاما ، غفلت کو گپھلائي ، کتاب کو کتیب ، اُبچے کو اوپجے ، کیا کو کيآ ، وغیرہ -

بھاشا کے ماھروں کي راے ھے کہ کبیر صاحب کي زبان پچ‌میل متھائي ھے - اس میں برج بھاشا ، کھڑي بولي ، پنجابي ، راجستھاني ، سبھي کے الفاظ ملتے ھیں - انھوں نے خود کئي جگہ کہا ھے کہ میري بولي پوربي ھے - گو یہ کہنا مشکل ھے کہ پوربي سے ان کي کیا مُراد تھي مگر یہ بات تو ان کے کلام سے ظاھر ھوتي ھے کہ بہاري محاوروں اور بہاري لہجہ کا ان پر کافي اثر تھا - اس پچ‌میل متھائي کے غالباً دو سبب ھیں - اول یہ کہ کبیر صاحب پڑھے لکھے نہ تھے ، اس واسطے اُن کي زبان اور ویاکرن (صرف و نحو) میں استقلال نہ تھا - اپني طویل سیر و سیاحت میں وہ ملکوں ملکوں پھرے تھے اور ھر جگہ کے سنتوں اور درویشوں سے ان کي صحبت رھي تھي ، اس واسطے مختلف صوبوں اور ملکوں کی زبان اور لہجہ کا اثر اُنھوں نے قبول کر لیا تھا - دوسري بات یہ کہ وہ زبان کي صحت اور ویاکرن اور پنگل کے قواعد کی پروا نھیں کرتے تھے - جس موقع پر جس لفظ سے ان کا مطلب عمدہ طور سے ادا ھوتا تھا ، جھاں پر جو لفظ جس شکل میں اُن کي شاعری میں کھپ جاتا تھا وھاں وہ اس کو بے تکلف استعمال کر جاتے تھے - اُن کو اپنے خیالات کے اظھار سے مطلب تھا ، نہ عروض کے قاعدوں سے ، نہ گرامر کے ضبط سے -

شعر مي گویم به از آب حیات
من نه دانم فاعلاتن فاعلات

فارسی عربي کے الفاظ تو چند کوي کے یہاں بھي ملتے ہیں - کبیر کے زمانه میں مسلمانوں کو هندوستان میں آئے ہوئے کئي صدیاں گذر چکي تھیں، اور روزمرہ کے کاروبار میں سیکڑوں الفاظ فارسي عربي کے رائج تھے - کبیر صاحب ان الفاظ کو بے دھڑک استعمال کرتے ہیں -

औगुन किये तो बहु किये, करत न मानी हार, (१)
भावै बंदा बकसिये, भावै गरदन मार।

آوگن کئے تو بہو کئے کرت نه مانی هار
بھاوے بندہ بکسئے* بھاوے گردن مار

[گناہ تو بہت کئے اور کرتے ہوئے هار نه مانی، چاهے بندہ کو بخشئے چاهے گردن مارئے -]

चलन चलन सब कोई कहैं, मोहे अंदेसा और, (२)
साहब से परिचय नहीं, पहुंचैंगे कोहि ठौर।

چلن چلن سب کوئي کہیں موهے اندیسا† اور
صاحب سے پریچے نہیں پہونچینگے کوهي ٹهور

[چلنے کو سب لوگ کہتے ہیں، مجھے اور هي اندیشه هے - صاحب سے جان پہچان تو هے نہیں، کیسے پہونچینگے -]

---

* بکسئے = بخشئے
† اندیسا = اندیشه

पद जोड़े साखी कहे, साधन परि गई रवस, (३)
काढ़ा जळ पीवे नहीं, काढ़ पियन की हवस।

پد جوڑے ساکھي کہے سادھن پري گئي رَوَس
کاڑھا جل پیوے نہیں کاڑھ پین کي ھَوَس *

[پد جوڑتا ھے، ساکھي کہتا ھے، اس کي عادت پڑ گئي ھے - بھرا ھوا پاني نہیں پیتا، بھر کر پینے کي ھوس ھے -]

आब गई आदर गया, नैनन गया सनेह, (४)
ये तीनों तब ही गये, जबही कहा कुछ देह।

آب † گئي آدر گیا نینن گیا سنیہ
یہ تینوں تب ھي گئے جب ھي کہا کچھ دیہ

[آبرو گئي، عزت گئي، آنکھوں سے مروت گئي - جب کسي سے کچھ مانگا تو یہ تینوں چیزیں جاتي رھیں -]

अकिल अरस से उतरी, बिधना दीन्हीं बांट। (५)

اکل ‡ اَرَس § سے اوتري بدھنا دینھي بانٹ

[عقل عرش سے اُتري - خدا نے بانٹ دي -]

बंदे को इतनी घनी, पड़ा रहे दरबार। (६)

---

* ھَوَس = ھوس
† آب = آبرو
‡ اکل = عقل
§ ارس = عرش

بندے کو اتنی گھنی پڑا رہے دربار

[بندہ کو اتنا بہت ہے کہ دربار میں پڑا رہے -]

(۷) जुआ, चोरी, मुखबिरी, ब्याज, घूस, परनार,
जो चाहे दीदार को, एतु बस्तु बिनार।

جوا چوری مُخبری بیاج گھوس پر نار
جو چاہے دیدار کو ایتو بستو بنار

[جوا، چوری، مُخبری، سود، رشوت، دوسرے کی عورت، اگر دیدار چاہتا ہے تو اِن چیزوں کو چھوڑ دے -]

(۸) औगुन मेरे बापजी, बकस गरीब नवाज,
जो मैं पूत कपूत हूं, तऊ पिता की लाज।

آوگن میرے باپ جی بکس* گریب نواج†
جو میں پوت کپوت هوں تو ُ پتا کی لاج

[اے باپ جی، تم غریب نواز ہو، میرے گناہوں کو بخش دو - اگر میں ناخلف لڑکا ہوں تب بھی باپ ہی کو اِس کی شرم ہے -]

کبیر صاحب کبھی کبھی اُلٹی پلٹی باتیں بھی کہہ جاتے تھے - چوہا بلی کو کھا گیا، سمندر لہر میں سما گیا، وغیرہ - ان کی شاعری میں اس رنگ کو اُلٹوانسی کہتے ہیں - اس کے معنی لوگ اپنی اپنی سمجھ کے مطابق لگاتے ہیں - اُلٹوانسی کی ایک مثال یہ ہے —

---

* بکس = بخش

† گریب نواج = غریب نواز

देखो लोगो हरि की सगाई,
माय धरे पति धिये संग जाई।
सास ननद मिलि अदल चलाई,
मादर या गृह बेटी जाई।
हम बहनोई राम मोर सारा,
हम हैं बाप, हरि पुत्र हमारा।
कहे कबीर हरि के बूता,
राम रमै ते कुकरी के पूता।

دیکھو لوگو هري کي سگائي
مائے دھرے پت دھئے سنگ جائي
ساس نَنَد مل ادل چلائي
مادر یا گرہ بیٹي جائی
هم بہنوئي رام مور سارا
هم هیں باپ هري پتر همارا
کہی کبیر هري کے بوتا
رام رمے تے کُکري کے پوتا

ان سب باتوں کو مان کر اور ان نقائص کو قبول کرنے کے بعد بھي یہ کہنا پڑتا هے کہ چاهے معترض کا یہ اعتراض تھیک هو کہ کبیر صاحب کي شاعري میں شیرینی اور رس نہیں هے، مگر ان کا کلام اس بات کا شاهد هے کہ وہ فطري اور قدرتي شاعر تھے - ان کا کلام دل سے نکلتا هے اور دل میں بیتھ جاتا هے - اور شاعري کا اصلي کمال یہي هے - میں اپنے اس بیان کے ثبوت میں چند نمونے پیش کرتا هوں -

मुखड़ा क्या देखे दिरपन में, तेरे दया धरम नहिं तन में, (۱)
आमकी डार कोइलिया बोले, सूदना बोले बन में,
घरबारी तो घर में राजी, फक्कड़ राजी बन में,
ऐंठी धोती पाग लपेटी, तेल चुआ जुलफन में,
गली गली की सखी रिझायें, दाग लगाया तन में,
पत्थर की एक नाव बनाई, उतरा चाहे छन में,
कहे कबीर सुनो भई साधो, वह क्या चढ़ें रन में।

مکھڑا کیا دیکھے درپن میں تیرے دیا دھرم نہیں تن میں
آم کی ڈار کوئلیا بولے سودنا بولے بن میں
گھر باری تو گھر میں راجی پھکّڑ راجی بن میں
اینٹھی دھوتی پاگ لپیٹی تیل چوا جُلپھن میں
گلی گلی کی سکھی رجھائیں داگ لگایا تن میں
پتھر کی ایک ناؤ بنائی اُترا چاہے چھن میں
کہے کبیر سنو بھئی سادھو وہ کیا چڑھیں رن میں

[اپنا منھ آئینہ میں کیا دیکھتا ہے؟ تیرے تن میں دیا دھرم نہیں ہے - آم کی ڈال پر کوئل بولتی ہے، طوطا جنگل میں بولتا ہے، گھر والے گھر میں راضی ہیں، پھکڑ جنگل میں راضی ہیں - اینٹھی دھوتی باندھے ہے، پگڑی لپیٹے ہے، اور زلفوں میں تیل ڈالے ہے، گلی گلی عورتوں کو رجھا کر اپنے تن میں داغ لگاتا ہے - پتھر کی ناؤ بناکر ایک لمحہ میں پار اُترنا چاہتا ہے - کبیر کہتا ہے کہ ایسے لوگ کیا رن پر چڑھینگے!]

समझ देख मन मीत पियरवा, आसिक होके सोना क्या रे ? (२)
रूखा सूखा गम का टुकड़ा, मीठा और सलोना क्या रे ?
पाया हो तो दे ले प्यारे, पाय पाय कै खोना क्या रे ?
जिन आंखिन में नींद घनेरी, तकिया और बिछौना क्या रे ?
कहे कबीर सुनो भई साधो, सीस दिया तब रोना क्या रे ?

سمجھ دیکھ من میت پیروا آسک ہوکے سونا کیا رے
روکھا سوکھا گم کا ٹکڑا میٹھا اور سلونا کیا رے
پایا ہو تو دے لے پیارے پائے پائے کے کھونا کیا رے
جن آنکھن میں نیند گھنیری تکیہ اور بچھونا کیا رے
کہے کبیر سنو بھئی سادھو سیس دیا تب رونا کیا رے

[اے میرے پیارے دوست، عاشق ہوکر سونا کیا؟ غم کا روکھا سوکھا ٹکڑا ملتا ہے تو اس میں میٹھا اور نمکیں کیا؟ جو پایا ہو تو دے لے، پیارے - پاکر پھر کھونا کیا؟ جب آنکھوں میں نیند گہری ہے تو تکیہ اور بچھونا کیا؟ کبیر کہتے ہیں کہ جب سر دیا تو رونا کیا -]

सुंदर देह देखि जिन भूलो, झपट लेट जस बाज बटेरा, (३)
यह देहि को गरभ न कीजे, उड़ पंछी जस लेत बसेरा,
या नगरी में रहन न पैहो, जो रहि जाग न दुख घनेरा,
कहें कबीर सुनो भई साधो, मानुष जनम न पैहो फेरा।

سندر دیہ دیکھ جِن بھولو جھپٹ لیت جس باج بٹیرا
یہ دیہی کو گرب نہ کیجے اُڑ پنچھی جس لیت بسیرا
یا نگری میں رہن نہ پیہو کوئی رہی جاگ نہ دکھ گھنیرا

کہیں کبیر سنو بھئی سادھو مانکھ جنم نہ پیہو پھیرا

[خوبصورت جسم پر نہ بھولو - جس طرح باز بٹیر کو جھپٹ لیتا ہے اسی طرح موت تم کو جھپٹ لیگی - اس بدن پر غرور مت کرو، جس طرح پنچھی اُڑکر بسیرا لیتا ہے اسی طرح جان تن سے نکل جاویگی - اس شہر میں رہنے نہ پاؤگے، اس میں دُکھ بہت ہے - کبیر کہتے ہیں کہ آدمی کا جنم پھر نہ پاؤگے -]

(۴)

गुड़िया गुड़वा सूप सुपलिया,
तजि दै बुध लरिकइयां खेलन की।
देवता पितर भवैयां भवानी,
यह मारग चौरासी चलन की।
ऊंचा महल अजब रंग बंगला,
साईं सेज वहां लागी फूलन की।
तन मन धन सब अरपन करि,
ध्यान सुरत सम्हारो परो पइयां सजन की।
कह कबीर निर्भय हो हंसा,
कुंजी बतादेउं ताला खोलन की।

گُڑیا گڑوا سوپ سپلیا تج دے بدھ لرکیاں کھیلن کی
دیوتا پتر بھویاں بھوانی یہ مارگ چوراسی چلن کی
اونچا محل عجب رنگ بنگلا سائیں سیج وہاں لاگی پھولن کی
تن من دھن سب آرپن کر وہاں سرت سمھارو پرو پیاں سجن کی
کہ کبیر نربھے ہو ہنسا کنجی بتا دیوں تالا کھولن کی

[گڑیا، گڈا، سوپ، سپلیا، یہ بچپن کے کھیل ہیں - ان کو چھوڑ دے - دیوتا پتر بھوانی ان کا راستہ چوراسی چلن کا یعنی آواگون کا راستہ ہے - اونچا محل عجیب رنگ کا بنگلا ہے، وہاں پھولوں کی سیج مالک کے واسطے لگی ہے - تن من دھن سب قربان کرکے اپنے محبوب کے پاؤں پڑوں گا - کبیر کہتے ہیں اے جیو آتما، خوف نہ کر، میں تجھ کو قفل کھولنے کی کنجی بتا دوں گا -]

(۸) کبیر پنتھ

میں نہیں سمجھتا کہ کبیر صاحب کا منشا تھا کہ وہ کوئی نیا مذہب جاری کریں یا کسی نئے فرقے کی بنا ڈالیں، مگر اس وقت ہندوستان میں ایک گروہ ان کے نام سے نامزد ہے اور کبیر پنتھ کہلاتا ہے - مگہر میں کچھ مسلمان اس وقت تک کبیر پنتھ میں شریک ہیں، مگر ان کو چھوڑ کر اور سب کبیر پنتھی ہندو ہیں، اور شمالی ہندوستان اور صوبجات متوسط میں پھیلے ہوئے ہیں - کبیر صاحب ذات پات کے سخت مخالف تھے، اور کبیر پنتھیوں کے گروہ میں بڑی تعداد ان ذاتوں کی ہے جو ہمارے ملک میں "نیچ ذات" کے نام سے پکاری جاتی ہیں - ان میں دنیادار بھی ہیں اور بیراگی فقیر بھی - مردم شماری کی رپورٹ میں ان کی تعداد نو دس لاکھ بیان کی گئی ہے - کبیر پنتھیوں کی دو بڑی گدیاں ہیں - بنارس میں کبیر چورا وہ مقام ہے جہاں کبیر صاحب تعلیم دیا کرتے تھے - یہاں پر ایک مَٹھ بنایا گیا ہے، اس کے مندر میں ایک کھڑاؤں رکھی ہے اور اس کے اندر پانچ مہنتوں کی سمادھیں ہیں - اس کے قریب ایک احاطہ ہے جس میں بیراگی عورتیں رہتی ہیں اور مائی لوگ کہلاتی ہیں - کہا جاتا ہے کہ اس احاطہ کی زمین پر کسی زمانہ میں نیرو کا مکان تھا - یہاں ہر سال جنوری کے مہینے میں میلا ہوتا ہے اور کبیر پنتھیوں کا ایک بڑا گروہ

کبھر چوڑے کے مہنتوں کو اپنا پیشوا سمجھتا ھے - دوسری گدی جبلپور کے قریب باندوگڑھ میں تھي جو اب دھام کھیرے کو منتقل ہو گئي ھے - اس گدی کے قائم کرنے والے کبیر صاحب کے چیلے دھرم داس تھے - روایت ھے کہ کبیر صاحب سے اور ان سے پہلے پہل بنارس میں ملاقات ھوئي - کبیر صاحب نے مورت پوجنے پر ان کو لعنت ملامت کی، اس کے بعد برندابن میں ملاقات ھوئي، اور اس مرتبہ جس مورتي کي پوجا دھرم داس کر رھے تھے اس کو کبیر صاحب نے اُتھا کر دریا میں پھینک دیا - تیسري مرتبہ باندوگڑھ میں ملاقات ھوئی - دھرم داس بنئے تھے - کبیر صاحب نے ان کو پھر برا بھلا کہا، اور پوچھا کہ جن پتھروں سے تم اپنے ترازو کے بانت بناتے ہو انھیں پتھروں کي مورتیوں کو کس طرح پوجتے ہو؟ اس مرتبہ کبیر صاحب کي نصیحت کا کچھ ایسا اثر ھوا کہ دھرم داس اور ان کي بیوی دونوں کبیر صاحب کے چیلے ہو گئے - باندوگڑھ کی گدي کے مہنت انھیں دھرم داس کي اولاد ھیں - کبیر پنتھیوں کي دس اور گدیاں ھیں جو مختلف مریدوں نے قائم کی ھیں -

کبیر صاحب کرم کانڈ کے مخالف تھے - وہ بھکتي کے معتقد تھے، اور بھکتي کو ایک روحاني جذبہ سمجھتے تھے - ظاھری نمائش کے تماشوں اور رسم و رواج کے قیود سے قطعي بے نیاز تھے، مگر کبیر پنتھي ایک پنتھ یا گروہ کي حیثیت سے انھیں قیود میں گرفتار ھیں - وسکٹ صاحب اپني کتاب کے چھٹے باب میں دو چیزوں کا خاص طور سے ذکر کرتے ھیں، ایک

چرنامرت، دوسرے پروانہ - چرنامرت وہ پانی ہے جس سے مہنت کے پاؤں دھوے جاتے ہیں - اس پانی سے مٹی سانی جاتی ہے اور اس کی گولیاں بناکر مریدوں کو تقسیم کی جاتی ہیں - پروانہ پان کے ایک ٹکڑے کا نام ہے - رات کو اوس جمع کی جاتی ہے اور اس اوس سے مہنت جی پان کے پتوں پر ایشور کا نام لکھتے ہیں - یہ پان متبرک خیال کئے جاتے ہیں اور ان کے چھوٹے ٹکڑے معتقدین کو تقسیم کئے جاتے ہیں - اسی طرح کے اور رسم و رواج ہیں جن کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں معلوم ہوتی - وسکٹ صاحب نے ان کو اپنی کتاب میں وضاحت سے بیان کیا ہے -

کبیر صاحب کی جو کچھ قدر و منزلت ہے، ان کا جو درجہ ہندوستان کی تاریخ اور ہندو مذہب کے ارتقا میں ہے، وہ اس وجہ سے نہیں کہ کبیر پنتھ کے نام سے ایک فرقہ ان کے مریدوں کا قائم ہے بلکہ اس وجہ سے کہ شمالی ہندوستان کے ہندؤوں میں ان کی تعلیم کے اثر سے چند ایسے مذہبی اور سوشل اصولوں کی اشاعت ہوئی جن کی ہندؤوں کو سخت ضرورت تھی - کبیر صاحب نے قدما کے طریق سے ہٹ کر نئے خیالات کا اظہار کیا، اور جن پرانی باتوں کو وہ برا اور مضر سمجھتے تھے ان کی انہوں نے ڈنکے کی چوٹ مذمت کی - انہوں نے ہندو مسلمانوں کے اختلافات دور کرنے کی کوشش کی اور گو وہ اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوے تاہم وہ آیندہ کے واسطے ایک ایسی مثال قائم کر گئے جو ہمارے زمانہ میں محبان وطن کے لئے چراغ ہدایت کا کام دے سکتی ہے -

(۹) کتابوں کی فہرست

اگر کبیر صاحب اور کبیر پنتھ کے متعلق مزید تحقیقات کا شوق ہو تو یہ کتابیں پڑھئے :—

(۱) آدی گرنتھ - سکھوں کی مقدس کتاب ہے - اس میں گورو نانک صاحب کے علاوہ دوسرے بزرگوں کا کلام بھی درج ہے - کبیر صاحب کا بہت کچھ کلام اس میں ملتا ہے -

(۲) بیجک - کبیر صاحب کے کلام کا مجموعہ ہے - اس کے کئی ایڈیشن ہیں - سب سے مشہور وہ ایڈیشن ہے جس کو مہاراجہ وشو ناتھ سنگھ والئی ریواں نے تالیف کرکے نولکشور پریس لکھنؤ سے شائع کرایا تھا - اس میں کبیر صاحب کے کلام کی شرح بھی درج ہے اور اس کو ہندو مذہب کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے - پادری احمد شاہ نے ایک ایڈیشن سنہ ۱۹۱۱ ع میں ہمیرپور سے شائع کیا تھا -

(۳) کبیر کسوٹی - کبیر پنتھ کے پانچ بزرگوں کی تصنیف ہے - کتابی باتوں کے علاوہ اس میں وہ احوال بھی درج ہیں جو کبیر پنتھیوں میں

سینہ بسینہ چلے آتے ہیں - کبیر کسوتی سنہ 1885 میں بمبئی میں چھپی تھی -

(۴) کبیر بچنڈاولی - مرتبہ پنڈت ایودھیا سنگھ جی اُپادھیائے - یہ کتاب بنارس کی ناگری پرچارنی سبھا کی طرف سے منورنجن پستک مالا سیریز میں شائع ہوئی ہے - اس میں ۱۱۲ صفحوں کا ایک بسیط مقدمہ ہے اور باقی کتاب میں کبیر صاحب کا کلام درج ہے -

(۵) کبیر گرنتھاولی - مرتبہ بابو شیام سندر داس جی بی ' اے - یہ کتاب بنارس کی ناگری پرچارنی سبھا کی گرنتھ مالا سیریز میں شائع ہوئی ہے - اس میں ۷۱ صفحہ کا ایک مقدمہ ہے اور اس کے بعد کبیر صاحب کا کلام درج ہے -

(۶) نورتن - مرتبہ پنڈت گنیش بہاری مسر ' پنڈت شیام بہاری مسر اور پنڈت سکدیو بہاری مسر - اس کتاب میں هندی کے نو مشہور شاعروں کا ذکر ہے اور کبیر داس کے حالات معہ ان کے کلام کے نمونوں کے درج ہیں -

(۷) کَوِتا کَومدی - مصنفہ پنڈت رام نریش تری پاٹھی (هندی مندر ' پریاگ) - اس کتاب کے پانچ حصے ہیں - پہلے حصہ میں پرانے هندی شاعروں کا بیان ہے '

اور اسي سلسله میں کبیر صاحب کا بھي ذکر ھے - دوسرا حصه هندي کے نئے شعرا کے معتلق ھے، تیسرے حصه میں سنسکرت، اور چوتھے میں اُردو شعرا کا تذکرہ ھے - پانچویں حصے میں دیہات کے گیتوں کا دلچسپ مجموعه ھے -

(۸) آئین اکبري - کے دفتر دوم میں صوبه بنگال کے تحت میں کٹک کا بیان ھے، اسي سلسله میں کبیر صاحب کا ذکر بھي آ گیا ھے -

(۹) دبستان مذاھب - مصنفه محسن فاني، مطبوعه نولکشور پریس لکھنو سنه ۱۸۸۱ ع - اس کتاب میں مختلف مذاھب کا مفصل بیان ھے - مثلاً پارسي، هندو، یہود، نصاریٰ، اسلام، وغیرہ - اس میں ویشنووں کے ذیل میں بیراگیوں کا حال لکھا ھے اور اسی سلسله میں کبیر صاحب کے حالات بیان کئے ھیں -

(۱۰) خزینة‌الاصفیا - مصنفه مولوي غلام سرور - سنه ۱۸۶۸ع میں لاھور سے شائع هوئي تھي -

(۱۱) بھگت مال - یه کتاب کئي سو برس هوئے نابھاجي نے لکھي تھي - سوامي پریه داس نے اس کي شرح لکھی - اس کے کئي ترجمے اردو میں هوئے - رائے تلسي رام کا ترجمه نولکشور پریس

لکھنو سے شائع ہوا ہے - اس میں سیکڑوں بھکتوں اور سنتوں کے حالات درج ہیں -

(۱۲) رھنمایان ھند - مترجمہ بابو نارائن پرشاد ورما صاحب مہر تخلص - یہ کتاب ایک انگریزی کتاب پرافتس آف انڈیا (Prophets of India) کا ترجمہ ہے - انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن نے سنہ ۱۹۰۴ع میں اسے چھاپا تھا - اب کمیاب ہے -

(۱۳) کبیر صاحب اور اُن کی تعلیم - از بابو شیوبرت لال ورمن صاحب ام اے، رفاہ عام اسٹیم پریس سنہ ۱۹۰۸ع -

(۱۴) کبیر جنم ساکھی - مؤلفہ منشی محمد جلیل صاحب انصاری شاھجہاں پریس دھلی سنہ ۱۹۲۵ع - مگھر میں کبیر صاحب نے وفات پائی تھی - مؤلف نے اس مقام کو خود جاکر دیکھا ہے اور وھاں کے چشم دید حالات لکھے ہیں -

(۱۵) ھوریس ھیمن ولسن (Horace Hayman Wilson) ایک مشہور انگریزی مستشرق ہے - اُنیسویں صدی کے شروع میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا نوکر ھوکے کلکتہ آیا اور مختلف عہدوں پر تعینات رھا، سنسکرت زبان سیکھی اور بنگال کی ایشیاٹک سوسائٹی کا بیس برس تک سکریٹری رھا - اس نے ھندؤوں کے

مذهب اور سنسکرت علوم کے متعلق مختلف مضامین اور کتابیں لکھیں - ان میں سے ایک کا نام هے ایسیز اینڈ لکچرز آن دي رلیجن آف دی هندوز (Essays and Lectures on the Religion of the Hindus) اس میں ایک مستقل باب کبهر پنتهیوں کے متعلق هے -

(١٦) جرمني میں ایک سلسله تصانیف انسائکلوپیڈیا آف انڈو آرین ریسرچ (Encyclopedia of Indo-Aryan Research) کے نام سے شائع هوتا تها - اسي سلسله میں سر رام کرشن گوپال بهنڈارکر کي ایک تصنیف ویشنوازم شَیوازم اینڈ اَدر مائنر رلیجس سستمس (Vaishnavism, Shaivism, and other Minor Religious Systems) کے نام سے شائع هوئي هے - اس کے اُنیسویں باب میں کبهر صاحب کا بیان هے -

(١٧) سر ولیم هنٹر کي تصنیف دی انڈین امپائر (The Indian Empire) - اس میں کئی باب هندؤں کے عقائد و فرائض اور هندو مذهب کے ارتقا کے متعلق هیں -

(١٨) کبیر اینڈ دی کبیر پنتھ - (Kabir and the Kabir Panth) مصنفه ریورنڈ جي، ایچ،

وسکٹ - مطبوعہ کرائسٹ چرچ مشن، کانپور -
سنہ ۱۹۰۷ع -

(۱۹) دی بیجک آف کبیر (The Bijak of Kabir)
مرتبہ ریورنڈ احمد شاہ مطبوعہ ہمیرپور سنہ
۱۹۱۷ ع -

(۲۰) کبیر داس اور اُن کی شاعری از منشی یوسف
حسین مطبوعہ رسالہ "اردو" جنوری سنہ ۱۹۳۰ع -

-- تمام شد -

انڈکس

صفحہ

(ر)

(ک)

صفحہ

(ہ)

اِلہ آباد - منروا پریس - دریاآباد